1

الف

عمیرہ احمد

قسط نمبر ۱۰



قسط نمبر 10

پیارے بابا جان!

اسلام علیکم

میں جانتی ہوں یہ خط دیکھ کر آپ حیران ہو جائیں گے لیکن شاید آپ کی خوشی آپ کی حیرت سے زیادہ ہوگی۔

آپ کو خط لکھنے کا خیال روز آتا تھا۔ اُس دن سے جب سے میں قلبِ مومن کو لے کر ترکی سے پاکستان آ گئی تھی۔ روز میرا دل چاہتا تھا میں آپ سے آپ کا حال پوچھوں۔ میں جاننے کی کوشش کروں کہ آپ کے دن رات کیسے گزر رہے ہیں؟ کیا وہ بھی ویسے ہی ویران ہیں جیسے میرے؟ کیا آپ کا غم بھی ابھی تک ویسا ہی ہے جیسا میرا؟ کیا درد اب بھی تھمنے کا نام نہیں لے رہا؟

آپ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی بہت کچھ کہنا اور بتانا چاہتی تھی پر کبھی وقت آڑے آ گیا کبھی انا اور کبھی میری شرمندگی۔

اور اب زندگی نے بالآخر مجھے مجبور کر دیا کہ میں آپ کو یہ خط لکھوں اور آپ سے مدد مانگوں۔ وہ کام جو کبھی کرنے سے پہلے میں مرجانا چاہتی تھی۔ آپ سے ناراضگی اور آپ پر غصہ بہت سال رہا تھا مجھے۔

آپ نے میرے اور طٰہٰ کے درمیان آنے کی کوشش کی تھی۔ ہمیں جُدا رکھنے کی خواہش تھی آپ کی۔ اور وہ سب کچھ جو آپ نے میرے بارے میں کیا تھا وہ سُننے کے بعد اگر میں آپ سے نفرت کرتی تھی تو میری جگہ کوئی بھی ہوتا یہی کرتا۔

پر آج سوچتی ہوں۔ آپ غلط نہیں تھے۔ غلط میں اور طٰہٰ بھی نہیں تھے۔ یہ سب کچھ ایسے ہی لکھا تھا جیسے ہوا۔ طٰہٰ میری زندگی میں نہ آتا تو میں اس سفر سے آشنا نہ ہوتی جو میں نے کیا اور اس سفر پر مجھے کوئی ندامت کوئی رنج کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔

میں خطاطوں کے قبیلے کے جانشین کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی۔ پارسائی کی خواہش تھی۔ اللہ کے قریب ہو جانے کا یقین تھا۔ پر اس سفر کے دوران پتہ چلا کہ کسی پارسا اور نیک کا ساتھ پارسائی اور نیکی کی طرف مائل کر سکتا ہے، نیک اور مومن بنا نہیں سکتا۔ اللہ سے اپنی قربت کسی دوسرے کو عطا نہیں کر سکتا۔ میری بھول تھی میں اس راستے کو اتنا آسان سمجھ بیٹھی تھی۔ اب اتنے سالوں بعد سمجھ آیا ہے اللہ سے قریب

ہونے کے لئے ہر آزمائش خود جھیلنی پڑتی ہے۔

میں زوال کی گرفت میں ہوں اور بے حد خوش ہوں۔ واپس آکر دوبارہ عروج مل جاتا تو پچھلے سارے سال ضائع ہی سمجھتی میں۔ اب یہ زوال مجھے سمجھا رہا ہے کہ یہ راستہ میرا نہیں ہے نہ میرے لئے اب رہا ہے۔ میں طے کر چکی ہوں وہ پہلی منزل جس کے بعد آگے کہیں اجر ہوتا ہے۔

اللہ نے راستہ بدل دیا ہے میرا کیونکہ دل بدل دیا ہے اُس نے میرا۔ وہ اب موم کا بن گیا ہے۔ پتھر کا نہیں رہا۔ غرض ختم ہوگئی ہے اُس میں سے۔۔۔ غرور چلا گیا ہے اُس میں سے۔ میں بھی نہیں رہی اُس میں۔۔۔ اور کبھی کبھار لگتا ہی نہیں یہ میرا ہی دل ہے۔۔۔ حسنِ جہاں کا دل۔

آپ کے لئے کئی سال سخت کئے رکھا تھا اس دل کو۔۔۔ اب طٰہٰ کے غم نے نرم کر دیا ہے۔ معاف کر دیا میں نے آپ کو بابا جان۔ اُسی دن کر دیا تھا جب طٰہٰ کی موت کا پتہ چلا تھا۔ کوئی خسارے کی فصل میں کھڑا ہو کر اور خسارہ کیا بوتا۔

میرا قلبِ مومن آپ کے پاس ہے۔ اُس کا دل میرے لئے پتھر ہے۔ میں اپنے پاس رکھے رکھتی تو پتھر سے کوئلہ ہو جاتا پر موم نہ ہوتا۔ میں نے ماں ہوتے ہوئے بھی اُسے آپ کے پاس بھیج دیا تھا۔ آپ کے قبیلے کا ایک جانشین میری وجہ سے راستے سے بھٹکا۔ میں رہ جانے والے آپ کی نسل کے اس واحد چشم و چراغ کے بھٹکے جانے کا گناہ اپنے سر نہیں لے سکتی تھی۔

آپ کو خط لکھ رہی ہوں کیونکہ میں نکلنا چاہتی ہوں۔ اس سب سے جس میں میں اپنی نادانی کے ہاتھوں دوبارہ آ پھنسی ہوں۔ آپ کے اور مومن کے پاس آکر رہنا چاہتی ہوں۔ وہاں زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔

آپ کے لئے ممکن ہو تو حسنِ جہاں کے لئے کچھ کیجئے گا۔ نہ بھی کر سکیں تو مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ میرا قلبِ مومن میرا مستقبل آپ کے پاس محفوظ ہے۔ میرے لئے اتنا کافی ہے بابا جان۔

مومن کے لئے بہت سا پیار

آپ کی بیٹی

حسنِ جہاں

......☆......

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی جس پہلی چیز نے مومنہ کی نظروں کو اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ دیوار پر لگی اھدنا الصراط المستقیم والی پینٹنگ تھی۔ عبدالعلی کا نام دیکھے بغیر بھی وہ یہ اندازہ کر سکتی تھی کہ اُس کو

بنانے والا عام آرٹسٹ نہیں تھا۔ وہ آنکھوں کو نہیں جیسے دل کو مٹھی میں لینے والا آرٹ تھا۔

''آپ بیٹھیں میں صاحب کو بلا کر لاتا ہوں۔''

شکور نے بے حد مودبانہ انداز میں اُس سے کہا۔ اُس کا چہرہ مومنہ سلطان کو اپنے گھر پر دیکھ کر خوشی سے چمکنے لگا تھا۔ اتنے مہینوں بعد اُس کے صاحب کے گھر پر کوئی ''بڑا اسٹار'' آیا تھا اور وہ بھی وہ جو اس وقت 24 گھنٹے کسی نہ کسی حوالے سے TV کی خبروں کا حصہ بنی ہوئی تھی۔

مومنہ شکور کے جانے کے بعد اُس کیلی گرافی کی طرف جیسے کھینچی چلی گئی تھی۔ اُس پینٹنگ کے سامنے کھڑے اُس کے سحر میں گرفتار اُس نے آرٹسٹ کا نام ڈھونڈنا شروع کیا اور بالکل نیچے ایک کونے میں عبدالعلی کے مخصوص انداز میں کیئے گئے دستخط دیکھ کر وہ ساکت ہوگئی تھی۔ وہ اُن کے نام اور کام سے واقف تھی۔ بے حد مخصوص انداز میں کیئے جانے والے اُن کے دستخط سے بھی وہ انٹرنیٹ کی وجہ سے متعارف تھی اور وہ یہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ وہاں قلبِ مومن کے گھر پر عبدالعلی کی خطاطی دیکھنے والی تھی۔

''عبدالعلی صاحب کی خطاطی اور قلبِ مومن۔۔۔ کیا تعلق ہے ان دونوں کا۔۔۔ یا پھر وہ بھی صرف ایک مداح ہے اُن کے کام کا۔۔۔ میری طرح'' اُس نے پینٹنگ کے سامنے کھڑے کھڑے سوچا تھا۔

''السلام علیکم۔'' وہ یک دم اُس کی آواز پر پلٹی تھی۔

وہ کس وقت اندر آیا تھا، مومنہ کو اندازہ نہیں ہوا۔ کچھ دیر کے لئے مومنہ کو جیسے اُس کے سلام کا جواب دینا بھی یاد نہیں رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''وعلیکم السلام۔'' مومنہ کو بالآخر خیال آیا۔

''میں شاید کچھ جلدی آگئی۔'' اُس نے قلبِ مومن سے نظریں ہٹاتے ہوئے اپنی کلائی میں بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔

''صرف سات منٹ۔۔۔ پاکستان میں بہت جلدی ہے۔۔۔ پلیز بیٹھیں۔'' مومن نے مسکراتے ہوئے اُس سے کہا تھا۔ گفتگو کسی موضوع کے بغیر شروع ہوگئی تھی۔ مومن کا خیال تھا اُنہیں موضوع ڈھونڈنے اور بات شروع کرنے میں دقت ہوگی۔ وہ نروس تھا اور زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کے سامنے نروس ہو رہا تھا۔ یہ مومنہ سلطان کا aura تھا۔ اُس کی کامیابی کا اثر۔

''داؤد لیٹ تھا ورنہ اُسے ساتھ لے کر آتی تو پندرہ منٹ لیٹ ہوتی۔'' مومنہ نے بیٹھتے ہوئے

کہا تھا۔ اُس نے اپنا ہینڈ بیگ صوفہ کے سامنے پڑی میز پر رکھ دیا تھا۔

''میں آدھ گھنٹہ سے آپ کے انتظار میں تھا اس لئے مجھے فرق نہیں پڑا۔۔۔ کافی۔۔۔؟ چائے؟'' اُس نے کہتے ہوئے موضوع بدلا۔

''پانی۔'' مومنہ نے جواباً کہا تھا اور تب ہی اُس نے شکور کو بھی دیکھ لیا تھا جسے وہ مومن کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھ نہیں پائی تھی۔

''کافی اور پانی۔''

قلبِ مومن نے شکور سے کہا تھا اور وہ سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔ مومن نے اُس کے جانے کے بعد میز پر پڑا ایک لائٹر اور سگریٹ جھک کر اُٹھایا تھا اور خود بھی صوفہ پر اُس کے بالمقابل بیٹھ گیا تھا۔

''مجھے تمباکو سے الرجی ہے۔'' اس سے پہلے کہ وہ لائٹر کو آن کرتا مومنہ نے اُس سے کہا تھا۔

قلبِ مومن نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لہرائی تھی۔

''یہ سگریٹ پینے کے لئے نہیں ہے۔ میں جب نروس ہوتا ہوں تو صرف لائٹر جلاتا رہتا ہوں۔'' اُس نے کہتے ہوئے لائٹر رگڑا تھا۔ شعلہ سا نمودار ہوا اور لہراتا رہا۔ مومنہ کی نظر اُس کے انگوٹھے اور اُنگلیوں کے درمیان دبے ہوئے لائٹر اور اُس سے نکلتے ہوئے شعلہ پر لحظہ بھر کے لئے جمی رہی پھر اُس نے نظریں ہٹالیں۔

''آپ نے پوچھا نہیں میں کیوں نروس ہوں؟'' مومن کو اُس کی خاموشی اور بے اعتنائی کھلی۔

''مجھے دلچسپی نہیں ہے یہ جاننے میں۔'' جواب بے حد ٹھنڈا تھا اور لہجہ سرد مہری لئے۔

مومن جیسے اپنے سوال پر پچھتایا تھا۔ وہ دونوں دوست نہیں تھے اُن کے تعلق کی تاریخ قابل رشک نہیں تھی۔

کچھ دیر کے لئے لاؤنج میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ قلبِ مومن اُس سے دوبارہ کچھ کہنے کے لئے جیسے الفاظ ڈھونڈنے لگا تھا۔

''میں آپ سے ایکسکیوز کرنا چاہتا ہوں۔'' اُس نے یک دم کسی تمہید کے بغیر کہا۔

''ہم فلم کی بات کریں۔۔۔ یہ کس کی کہانی ہے؟'' مومنہ نے اُس کی بات کاٹ دی تھی یوں جیسے اُسے توقع تھی کہ وہ اُس سے معذرت کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ جیسے اُس کی معذرت سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔ قلبِ مومن کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ اُس کے پروجیکٹ میں کام کرنے کے لئے تیار ہوگئی تھی لیکن اُس کی معذرت سننے پر تیار نہیں تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ اُس سوال پر اُلجھا تھا جو مومنہ نے اُس سے کہا تھا۔

''یہ حسنِ جہاں کی کہانی ہے؟'' اُس نے یک دم مومنہ کو کہتے سنا۔

قلبِ مومن کے پیروں کے نیچے سے زمین جیسے لحظہ بھر کے لئے کھسکی تھی۔ آخری جملہ جو وہ مومنہ سے توقع کرسکتا تھا۔ وہ یہی تھا۔ وہ اُس کہانی میں حسنِ جہاں کو کیسے پہچانی تھی اور وہ حسنِ جہاں کو جانتی کیسے تھی۔ وہ کہانی انٹرنیٹ پر پڑی حسنِ جہاں کی سوانح عمری سے میل نہیں کھاتی تھی پھر مومنہ سلطان نے آدھا سکرپٹ پڑھنے پر اُس کردار اور اُس کہانی کو کیسے پہچانا تھا۔ قلبِ مومن کا دماغ اس وقت جیسے بھنور بنا ہوا تھا۔

''وہ کون ہے؟'' مومنہ سلطان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے قلبِ مومن نے دھڑلے سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا تھا اور ایک لمحہ کے لئے اُس کے سوال نے جیسے مومنہ کو حیران کیا تھا۔

''ماضی کی ایک مشہور فلم ایکٹریس اور ڈانسر۔'' مومنہ نے بالآخر کہا۔

''میں اُسے نہیں جانتا۔ اس کہانی کے تمام کردار اور واقعات فرضی ہیں۔'' مومن نے دوٹوک انداز میں اُس سے کہا۔

''مومن بھائی آپ کا پانی۔۔۔ مومنہ جی آپ کی کافی۔'' شکور نے زندگی میں پہلی بار غلط وقت پر صحیح اینٹری کی تھی اور قلبِ مومن کو صحیح وقت پر صحیح چیز دی تھی یہ جاننے کے باوجود کہ کافی مومن نے اپنے لئے منگوائی تھی مگر وہ اُسے مومنہ سلطان کے سامنے رکھ کر پانی اُس کے پاس لے آیا تھا اور مومن نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر گلاس اُٹھا کر اُسے ایک ہی سانس میں خالی کیا تھا۔ وہ اگر مومنہ کو خود نہ بھی اپنے نروس ہونے کے بارے میں بتا چکا ہوتا تب بھی مومنہ کو اُسے دیکھتے ہوئے یہ بوجھ لینا مشکل نہ ہوتا۔

کافی کے کپ سے اُٹھتی بھاپ کو دیکھتے ہوئے اُس نے حیرانی سے سوچا تھا۔ قلبِ مومن اُس سے کیا اور کیوں چھپانے کی کوشش کررہا تھا یا پھر وہ کہانی واقعی حسنِ جہاں کی نہیں تھی اور وہ صرف اتفاقی مماثلت تھی۔ خود کو دی جانے والی دوسری توجیہہ اُسے خود ہی بودی لگی تھی۔ وہ سلطان سے بات نہ کرچکی ہوتی تو اُس مماثلت کو اتفاقی ہی سمجھ لیتی۔ پر اُس کے پاس ''گواہ'' تھا۔ اُس آدھے سکرپٹ کے انٹرول کا۔

''مجھے لگا یہ کسی کی زندگی کی کہانی ہے۔'' اُس نے مومن سے بحث کئے بغیر کہنا شروع کیا تھا۔ وہ اُس پر نظریں جمائے بیٹھا ہوا تھا۔

''بے حد خوبصورت کہانی ہے۔ عالیہ اور عبداللہ کی۔۔۔ اور دانیال کی۔۔۔ اور پھر عبدالہادی کا

کریکٹر۔۔۔آدھا سکرپٹ تھا۔۔۔باقی آدھا کب مل سکتا ہے؟''

''آپ حسنِ جہاں کو کیسے جانتی ہیں؟'' قلبِ مومن نے یک دم اُسے ٹوکا تھا۔

وہ پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھتی رہی۔

''کون حسنِ جہاں؟'' بے حد ہموار لہجے میں اُس نے قلبِ مومن سے پوچھا تھا۔

''جس کی بات کر رہی تھیں آپ؟'' قلبِ مومن کو اُس کی بے نیازی بُری لگی تھی۔

''میں اُنہیں نہیں جانتی۔'' اُس کے جواب نے قلبِ مومن کو زچ کیا تھا۔

اُس نے جھوٹ بولا تھا اور وہ اُس کے جھوٹ کا جواب جھوٹ سے ہی دے رہی تھی اور قلبِ مومن کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اُسے یہ کہہ پاتا کہ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔

''مومن بھائی کوئی خالق علی صاحب آئے ہیں۔'' شکور نے ایک بار پھر اینٹری دی تھی۔

''Gosh۔۔۔ میں نے تو اُنہیں بھی آج ہی کا ٹائم دیا ہوا تھا۔'' مومن بڑبڑاتے ہوئے گڑبڑایا تھا۔ خالق علی کو اُس نے آج بلایا ہوا تھا۔ یہ اُسے یاد ہی نہیں رہا تھا۔

''آپ کو بُرا نہ لگے تو میں اُن سے مل لوں۔ صرف چند منٹوں میں فارغ کر دیتا ہوں میں اُنہیں۔'' اُس نے بڑی شائستگی سے مومنہ سے پوچھا تھا۔ مومنہ نے سر ہلا دیا۔

''لے آؤ اُنہیں۔'' وہ شکور سے کہتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر لاؤنج کے دوسرے حصے میں چلا گیا تھا۔ مومنہ نے اُسے اور شکور کو جاتے دیکھا اُس کی جگہ کوئی اور ایکٹریس ہوتی تو اس بے توجہی پر ہنگامہ کھڑا کر دیتی کہ اُس کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے ساتھ میٹنگ شروع کر دی گئی مگر قلبِ مومن کے لئے دل میں ہر طرح کے شک و شبہات رکھنے کے باوجود مومنہ کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ اُسے کمتر اور کم حیثیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر یہ خیال قلبِ مومن کو آیا تھا کہ وہ یقیناً یہ سمجھے گی کہ وہ اُسے یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لاؤنج کے دوسرے حصے میں خالق علی کا انتظار کرتے ہوئے بھی قلبِ مومن کا ذہن مومنہ سلطان میں اُلجھا ہوا تھا۔

وہ اُدھیڑ عمر دراز قد، بے حد متمول نظر آنے والا شخص تھا جسے لے کر شکور لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

''خالق علی۔'' ایک بے حد گرم جوش مسکراہٹ کے ساتھ اُس نے قلبِ مومن کے سامنے آتے ہی جیسے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تھا۔ قلبِ مومن نے جواباً اپنا نام لیتے ہوئے اُس سے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جسے خالق علی نے بے حد گرم جوشی کے ساتھ تھاما تھا۔

''میں کچھ جلدی میں ہوں قلبِ مومن صاحب مجھے اپنی فلائٹ پکڑنی ہے۔ اس لئے آپ کا

زیادہ وقت نہیں لوں گا۔'' خالق نے اُس سے ملنے کے بعد صوفہ پر بیٹھتے ہوئے قلبِ مومن سے خود ہی گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

''میرے لئے آپ سے ملاقات اعزاز اور سعادت کی بات ہے۔ آپ کے دادا عبدالعلی صاحب ہمیشہ بڑی محبت سے آپ کا ذکر کرتے تھے اور میں ہر بار آپ سے ملنے کا سوچتے ہوئے بھی مل نہیں پایا اور اب دیکھیں کن حالات میں آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔''

لاؤنج کے دوسرے حصے میں بیٹھی مومنہ سلطان دم سادھے خالق علی کی آواز سن رہی تھی جو لاؤنج کے اُس حصہ میں بھی آ رہی تھی جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ جس عبدالعلی کا ذکر کر رہا تھا وہ اُس خطاط عبدالعلی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔

اُسے اھد نا الصراط المستقیم کی اُس Painting کے سامنے بیٹھے اُسے دیکھتے ہوئے اب یہ شبہ تو نہیں رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ سکرپٹ لکھنے والے کا حسنِ جہاں سے کیا تعلق تھا۔ مگر اس تعلق میں کہیں عبدالعلی بھی ایک زینہ تھے یہ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ عبدالعلی اور اُن کے آباو اجداد سے واقف تھی۔ مگر وہ عبدالعلی کی اگلی نسل میں قلبِ مومن کو دیکھ کر شاک میں آ گئی تھی۔

''عبدالعلی صاحب نے اپنی وفات سے چند ہفتے پہلے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ آپ کے پاس خطاطی کے سات شاہکار ہیں جو آپ بیچنا چاہتے ہیں اور میں اُسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ کو یہ بات میں نے message کے ذریعے بھی بتائی تھی۔'' خالق علی کچھ ابتدائی تعزیتی کلمات کے بعد اب لمبی چوڑی تمہید کے بغیر اصل مدعا پر آ گیا تھا۔

''ہاں دادا نے مجھے بھی آپ کا نمبر دیا تھا اُن ہی Paintings کے لئے کہ میں جب اُنہیں بیچنا چاہوں تو آپ لینا چاہیں گے۔'' قلبِ مومن نے جواباً کہا۔

''لینا چاہیں گے؟ میں سر کے بل اُنہیں لینے کے لئے آپ کے در پر موجود ہوں جناب۔۔۔ عبدالعلی کے ان شاہکاروں کے لئے جوتے گھسا سکتا ہوں آپ کے گھر آ آ کے۔'' خالق علی نے اُس کا جملہ بیچ میں سے ہی اُچکا تھا۔

''شکور وہ سٹور والی پینٹنگز لا کر انہیں دکھا دو۔'' قلبِ مومن نے خالق علی کی بات کے جواب میں کوئی بھی تبصرہ کئے بغیر اندر آتے ہوئے شکور سے کہا جو خالق علی کے لئے مشروبات لے کر آیا تھا۔ شکور نے عجیب سی نظروں سے قلبِ مومن کو دیکھا تھا۔

''وہ جو آپ کو ہر سال آپ کی سالگرہ پر دیتے تھے۔'' اُس نے بڑے جتانے والے انداز میں

مومن کو جیسے یاد دلایا۔ قلبِ مومن نے جواباً بے حد ملامتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ وہی والی۔۔۔ لاتا ہوں۔'' شکور اُس کی نظروں کو پہچان گیا تھا۔ وہ گڑبڑایا ہوا گیا تھا اور چند منٹوں میں ہی دھول اور مٹی سے اٹی ہوئی وہ پینٹنگز اُٹھا کر لے آیا تھا۔ جن پر اخبار نہ چڑھا ہوتا تو دھول اور مٹی اُن کی شکل وصورت خراب کر چکی ہوتی۔

''عبدالعلی صاحب کی خطاطی کے شاہکار ہیں یہ۔۔۔ انہیں اس طرح کون رکھتا ہے۔''

خالق علی اُن پینٹنگز پر چڑھی اخباروں کو اس طرح دھول سے اٹا ہوا دیکھ کر جیسے بے اختیار تڑپ اُٹھا تھا۔ قلبِ مومن کا چہرہ سُرخ ہوا۔ اُس نے کاٹ کھانے والی نظروں سے شکور کو دیکھا تھا۔ اُسے امید نہیں تھی وہ اُنہیں جھاڑے پونچھے بغیر اسی طرح اُٹھا لائے گا۔

''اخبار تو چڑھا ہوا ہے جی۔۔۔ اسی لئے صاف نہیں کیا میں نے۔۔۔ اخبار نہ چڑھا ہوتا تو روز جھاڑ پونچھ کرتا میں۔'' شکور نے کہا خالق علی سے تھا مگر یہ وضاحت قلبِ مومن کے لئے تھی۔ خالق علی کے سامنے میز پر رکھ کر اُس نے ایک پینٹنگ سے وہ اخبار ہٹائی تھی اور خالق علی کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

''بس باقیوں سے مت ہٹائیں۔'' اُس نے ہاتھ کے اشارے سے شکور کو روکا تھا۔

''یہ سات ہیں نا؟'' اُس نے قلبِ مومن سے پوچھا۔ اُس نے جواباً اثبات میں سر ہلایا۔

''ہر سال اُن کے پاس جاتا تھا تو آپ کے لئے بنا رہے ہوتے تھے وہ یہ پینٹنگ۔۔۔ میں نے بڑی منتیں کی تھیں کہ کوئی ایک ہی مجھے عطا کر دیں یا ویسی ہی میرے لئے بھی بنا دیں مگر عبدالعلی صاحب ہمیشہ مسکرکر ٹال دیتے تھے۔ کہتے تھے یہ میرے قلبِ مومن کے لئے ہیں اور اب دیکھیں میرا نصیب۔۔۔ ایک نہیں سات کی سات مجھے مل رہی ہیں۔'' خالق علی کے جملوں نے قلبِ مومن پر جیسے گھڑوں پانی ڈالا۔

''ہاں جی دادا جی نیک روح تھے۔ نیکوں کی چیزیں نیکوں کے پاس ہی جانی ہوتی ہیں۔''

شکور نے خالق علی کے جذبے سے متاثر ہوتے ہوئے بے حد جذباتی انداز میں قلبِ مومن کے سامنے کھڑے گہری ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے خالق علی کو جیسے خراج تحسین پیش کیا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ اُس کے اس جملے نے قلبِ مومن کو شرمساری کے ایک اور دریا میں ڈبویا تھا۔

''نیک کہاں جی میں۔۔۔ میں تو ایک ادنیٰ گناہ گار ہوں۔ نیک تو آپ ہیں جنہیں عبدالعلی صاحب کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔'' خالق علی نے شکور کو جواباً خراج تحسین پیش کیا اور وہ خراج تحسین شکور کو نہال کر گیا تھا۔

''ہاں جی خدمت تو مجھ سے ہی کراتے تھے اور۔۔۔'' اس سے پہلے کہ شکور اُن خدمات کی تفصیلات دینا شروع کرتا قلبِ مومن نے مداخلت کی تھی۔

''میڈم سے جا کر پوچھو۔۔۔اُن کو کچھ چاہیے۔'' قلبِ مومن کا اشارہ کس میڈم کی طرف تھا۔ شکور کو پلک جھپکتے میں سمجھ آ گیا تھا مگر اُسے اس طرح اپنا وہاں سے نکالا جانا پسند نہیں آیا۔

''کافی تو دے آیا تھا میں۔اتنی دیر میں کافی ہی پیتی ہیں ایکٹریسز۔۔۔ہاں لیکن میں پھر بھی پوچھ لیتا ہوں۔'' اُس نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر قلبِ مومن کی تیکھی نظروں کو بھانپتے ہوئے اُس نے ساتھ ہی وہاں سے جانے میں عافیت جانی۔

''تو ان شاہکاروں کا کیا ہدیہ پیش کروں میں؟'' اُس کے جاتے ہی خالق علی نے بے حد مودبانہ اور انکسارانہ انداز میں قلبِ مومن سے کہا۔

''آپ کیا دے سکتے ہیں؟'' وہ پتہ نہیں کیا جانچنا چاہتا تھا۔

''کچھ بھی۔۔۔کوئی بھی amount۔۔۔یا ایسا کرتے ہیں میں آپ کو ایک چیک دے دیتا ہوں۔۔۔بلینک۔۔۔آپ جو چاہے اس میں بھر لیں۔'' خالق علی نے کہتے ہوئے توقف کئے بغیر اپنے ساتھ لایا ہوا ایک چھوٹا بیگ کھولتے ہوئے اُس میں سے چیک بک نکال کر اُس پر دستخط کئے اور کھڑا ہوتے ہوئے وہ چیک بک قلبِ مومن کی طرف بڑھا دی جو بے حد ہکا بکا خالق علی کی آفر اور اُس چیک کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ کسی میوزیم کو بیچیں گے اسے؟'' قلبِ مومن نے کسی عجیب سی کیفیت میں وہ چیک پکڑتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

خالق علی نے بے اختیار توبہ کرنے والے انداز میں اپنے کانوں کی لویں چھوئی تھیں۔

''توبہ کریں جی توبہ۔۔۔شاہکاروں کو کون بیچتا ہے۔۔۔؟ پیسے کا کیا ہے وہ تو دوبارہ کما لوں گا میں مگر عبدالعلی صاحب کا فن لازوال ہے۔میں ترکے میں اپنے بیٹوں کو دے کے جاؤں گا تا کہ اُن کے گھر کی دیواروں پر سجیں۔اللہ کا نام میری اولاد کو یاد رہے اور اُس کا کلام بھی۔''

کوئی گھونسہ تھا جو قلبِ مومن کے دل پر پڑا تھا۔درد دل سے اُٹھ کر پورے وجود کو ہلا گیا تھا۔وہ ''ہدایت'' کو اپنے ہاتھ سے پیسے کے عوض بیچ رہا تھا اور دُنیا ہدایت خرید رہی تھی اور اُسے اُس پیسے سے دُنیا خریدنی تھی۔

''میں ذرا اپنے گارڈ اور ڈرائیور کو بلوا لوں نیچے سے یہ اُٹھوانے کے لئے۔آپ اپارٹمنٹ کی

Reception پر بتا دیں۔'' خالق علی نے اُس کی کیفیت سے بے خبر اُس سے کہا تھا۔

''میں ذرا کنفیوز ہو گیا ہوں۔۔۔ مجھے کچھ دن دیں یہ سوچنے کے لئے۔۔۔ پھر فیصلہ کرتا ہوں۔'' خالق علی کو جیسے قلبِ مومن کی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔

''میں نے بلینک چیک دیا ہے آپ کو جو چاہے بھر لیں اس میں۔۔۔ لاکھوں، کروڑوں جو بھی۔۔۔ پاکستان سے باہر کسی کرنسی میں Payment چاہیے تو وہ بھی ہو جائے گی۔'' قلبِ مومن نے چیک اُس کے ہاتھ میں واپس دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی آپ یہ رکھ لیں مجھے کچھ سوچنے دیں۔ میری emotional attachment ہے ان پینٹنگز کے ساتھ۔۔۔ اس طرح فوراً نہیں دے سکتا میں انہیں۔'' اُس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ خالق علی نے اس بار اصرار نہیں کیا تھا۔ اُس نے بڑی نرمی سے چیک کو دوبارہ سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''میں بالکل سمجھ سکتا ہوں جناب مگر اس چیک کو آپ فی الحال اپنے پاس رکھیں۔ یہ آپ کو فیصلہ کرنے میں مدد دے گا۔ پیسے کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ یہ ہر کنفیوژن سے نکال دیتا ہے۔ سارے راستے صاف نظر آتے ہیں۔۔۔ صحیح بھی اور غلط بھی۔۔۔ دھندلا کچھ نہیں رہنے دیتا یہ انسان کے سامنے۔'' خالق علی نے جیسے ایک اور جوتا مارا تھا قلبِ مومن کے ضمیر کو اور ضمیر تڑپا تھا۔

''چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے پر آؤں گا دوبارہ آپ کے پاس ان شاء اللہ۔'' اُس نے اُسی پر تپاک انداز میں قلبِ مومن سے مصافحہ کیا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ مومن کچھ عجیب سی کیفیت میں وہاں کھڑا اُسے جاتا دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے لئے وہ جیسے مومنہ کو بھی بھول گیا تھا۔ جس نے لاؤنج کے دوسرے حصے میں بیٹھے ہوئے بھی خالق اور قلبِ مومن کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنی تھی۔

قلبِ مومن شاید بہت دیر وہاں کھڑا رہتا اگر بے حد عجلت میں داؤد لاؤنج میں داخل نہ ہوتا جس کا سانس تقریباً پھولا ہوا تھا۔

''سوری مومن بھائی لیٹ ہو گیا۔ مومنہ آئی نہیں کیا؟'' اُس نے اندر آتے ہی مومنہ کو لاؤنج کے اس حصے میں نہ دیکھ کر مومن سے کہا تھا اور وہ جیسے ہوش و حواس میں واپس آیا۔

''آ چکی ہیں۔'' قلبِ مومن نے بے اختیار کہا اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے لاؤنج کے دوسرے حصے میں آ گیا جہاں مومنہ کو بیٹھا دیکھ کر داؤد بے اختیار کھل اُٹھا تھا۔

''سوری مجھے کچھ زیادہ دیر ہو گئی۔'' داؤد نے مومنہ سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔''

داؤد اور قلبِ مومن صوفوں پر بیٹھ گئے تھے اور داؤد نے بیٹھتے ہی اپنا لیپ ٹاپ کھول لیا تھا۔

''کیا ڈسکس ہو رہا تھا۔'' اُس نے لیپ ٹاپ کھولتے ہوئے باری باری قلبِ مومن اور مومنہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سکرپٹ اور وہ مجھے پسند ہے۔۔۔ میرا رول بھی۔۔۔ چند سوال تھے جو میں نے کر لئے۔۔۔ چند اور کرنے ہیں۔'' مومنہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ داؤد چہکا۔

''ارے واہ یہ تو میرے آنے سے پہلے کافی کام ہو گیا۔'' داؤد کی خوشی کی بڑی وجہ شاید یہ تھی کہ اُسے توقع نہیں تھی کہ قلبِ مومن اور مومنہ اتنے آرام سے اُس کی کسی مدد کے بغیر بھی اکٹھے کام کر رہے ہوں گے۔

''اس سے پہلے کہ ہم سکرپٹ پر مزید بات چیت کریں میں چاہتا ہوں مجھے یہ پتہ چل جائے کہ آپ کا پے منٹ پیکیج کیا ہو گا۔'' مومن کے ذہن میں پتہ نہیں کیا خیال آیا تھا۔

''مومنہ دوست ہے مومن بھائی۔۔۔ وہ ہمارے لئے flexible ہی رکھے گی سارا پیکیج۔'' داؤد نے بڑے مصالحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے مومنہ کو دیکھ کر کہا۔

مومنہ جواباً نہیں مسکرائی تھی۔

''کیوں؟۔۔۔ میں کیوں رکھوں گی flexible اپنا پیکیج۔۔۔ پروفیشنل ہوں Charity تو کر نہیں رہی۔'' اُس کا جملہ قلبِ مومن کو بُری طرح چبھا تھا۔

''آپ کو میرے لئے کوئی Charity کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔ میں آپ سے کوئی concession مانگوں گا بھی نہیں۔ آپ بتائیں آپ کیا Payment چاہتی ہیں۔'' قلبِ مومن نے فوراً اُس سے کہا تھا۔

''عبد العلی صاحب کی بنائی ہوئی وہ سات کیلی گرافیز۔''

قلبِ مومن کو لگا وہ مذاق کر رہی تھی۔ اُس نے خالق علی کے ساتھ ہونے والی گفتگو تو یقیناً سن لی تھی۔ داؤد نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا۔

''کیا مطلب؟''

''میں اُن پینٹنگز کی بات کر رہی ہوں جو آپ تھوڑی دیر پہلے بیچ رہے تھے۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

''یہ الف کے لئے میرا معاوضہ ہو گا۔''

''میں یہ نہیں دے سکتا۔''

قلبِ مومن نے سوچے سمجھے بغیر فوری طور پر اُسے انکار کیا تھا۔ وہ اُٹھی اپنا بیگ اُٹھایا اور اُس میں سے سکرپٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے اُس نے بڑے ہموار انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے پھر یہ سکرپٹ میں یہیں رکھ کر جارہی ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے جانے کے لئے چل پڑی تھی اور داؤد کی جیسے جان نکل گئی تھی۔

''آپ کیا کریں گی ان کیلی گرافیز کو؟'' قلبِ مومن نے اُلجھ کر اُس سے پوچھا تھا۔

''بیچوں گی نہیں اس لئے آپ یہ فکر نہ کریں کہ کسی میوزیم یا collector کو بیچ دوں گی۔''

مومنہ نے جواباً کہا تھا۔

''میں نے ایسا کہا بھی نہیں۔'' وہ بے اختیار مدافعانہ انداز میں بولا۔

''ٹھیک ہے آپ یہ Paintings لے لیں میں اس شرط پر آپ کو دوں گا کہ آپ انہیں مجھے ہی بیچیں گی۔''

وہ کیا سوچ کر اُسے وہ Paintings دینے پر راضی ہوگیا تھا اس کا اندازہ مومن کو نہیں ہوا تھا۔ وہ جیسے اُس کے دل کا فیصلہ تھا۔

''میں آپ کو بھی نہیں بیچوں گی۔'' مومنہ نے جواباً دوٹوک انداز میں کہا۔ اس سے پہلے کہ قلبِ مومن کچھ کہتا۔ داؤد نے بے اختیار مداخلت کی۔

''بس done ہوگیا۔ Congratulations۔۔۔ میں کانٹریکٹ سائن کرواتا ہوں۔ ابھی ڈرافٹ کرتا ہوں۔'' داؤد جیسے قلبِ مومن کو اب اس ایشو پر کچھ بولنے سے روک دینا چاہتا تھا۔

''اگلی میٹنگ تب ہوگی جب یہ پینٹنگز میرے گھر آجائیں گی۔'' مومنہ نے اُس انداز میں کہا۔

مومن کو بُرا لگا۔

''میں زبان سے پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

''میں بھی نہیں ہوں۔''

مومنہ نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''یہ جان کر اچھا لگا۔۔۔ آپ کے ساتھ کام کر کے زیادہ اچھا لگے گا۔'' مومن نے جواباً دوستانہ انداز دکھانے کی کوشش کی۔

''مجھے آپ کے ساتھ اور آپ کے لئے کام کرنے میں دلچسپی نہیں ہے لیکن اس سکرپٹ پر کام کرنے میں ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ یہ سکرپٹ آپ کا ہے۔۔۔ خدا حافظ۔'' وہ بڑے ٹھنڈے لہجے میں

کہہ کر چلی گئی تھی۔

مومن کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گئے تھے اور داؤد کے چہرے پر تاثر۔۔۔تو مومنہ سلطان کچھ بھی بھولی نہیں تھی اور قلبِ مومن سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔

''یہ بھجوا دوں گا آج ہی مومنہ کی طرف اور کانٹریکٹ بھی ساتھ ہی سائن کروا لاؤں گا۔''

داؤد کو بلا کی جلدی تھی اور اُس نے یوں ظاہر کیا تھا جیسے مومنہ کچھ کہہ کر ہی نہیں گئی تھی۔ مومن نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ وہ لیپ ٹاپ پر کچھ برق رفتاری سے ٹائپ کر رہا تھا۔ یقیناً وہ مومنہ کا کانٹریکٹ تھا۔

''آج نہیں کل۔'' مومن نے اُسے کہا تھا۔ داؤد نے بے اختیار لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر جیسے بے یقینی کے عالم میں اُسے دیکھا۔

''مومن بھائی دیر نہ کریں آپ کو اندازہ نہیں ہے مومنہ کے پاس آج کل کہاں کہاں سے آفرز آ رہی ہیں۔ ہمیں مارکیٹ میں خبر بریک کرنی ہے۔'' وہ بلا واسطہ مومن کو جیسے مومنہ کی اہمیت یاد دلا رہا تھا۔

''کل۔'' مومن ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ کل صبح ہی آ جاؤں گا میں۔''

داؤد نے جیسے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ قلبِ مومن سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

''اُسے شوق ہے کیلی گرافی کا؟ پتہ ہے کچھ اس کے بارے میں؟'' مومن نے یک دم داؤد سے پوچھا تھا۔

''مومن بھائی کیلی گرافی کرتی رہی ہے وہ۔۔۔ پروفیشنلی نہ سہی لیکن بہت اچھی کرتی ہے۔ خطاط ہی بننا چاہتی تھی وہ۔۔۔ یہ ایکٹنگ وغیرہ تو مجبوری بن گئی تھی اُس کی۔۔۔ اور اب نصیب۔'' مومن داؤد کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا۔ اُسے حسنِ جہاں یاد آئی تھی مگر وہ مومنہ سلطان تھی۔

......☆......

''ارے مومنہ تم کہاں سے آ گئی اتنے مہینوں کے بعد؟'' بستر پر لیٹے ماسٹر ابراہیم نے اُسے دیکھتے ہی اُٹھنے کی کوشش کی تھی مگر مومنہ نے اُنہیں روک دیا۔

''آپ کی طبیعت خراب ہے ماسٹر صاحب اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔۔۔ مت اُٹھیں۔''

وہ اُن کے بستر سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ آج پہلی بار اُن کے کمرے کے اندر آئی تھی۔

''نہیں نہیں طبیعت خراب نہیں ہے یہ فاروق کو عادت ہے بس بات کا بتنگڑ بنانے کی۔'' ماسٹر

ابراہیم نے تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اندر آتے ہوئے اُس سترہ اٹھارہ سالہ ملازم کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جواب اُن کے لئے لائی ہوئی کچھ دوائیاں میز پر رکھ رہا تھا۔

''پھر بھی مجھے بتانا تو چاہیے تھا آپ کو ماسٹر صاحب۔'' مومنہ نے کہا۔ ملازم اب پانی کا خالی جگ اُٹھا کر باہر چلا گیا تھا۔

''یہ آپ ہیں ماسٹر صاحب؟'' مومنہ بے اختیار دیوار پر لگی کچھ تصویروں کو حیرانی اور بے یقینی کے عالم میں دیکھتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ماسٹر ابراہیم بے حد ندامت کے عالم میں ہنسے تھے۔

''ہاں بس بیٹا ہم پر بھی ایسا زمانہ گزرا تھا۔''

مومنہ دیوار پر لگی اُن ڈھیروں تصویروں کو بڑے تجسس اور اشتیاق سے باری باری دیکھ رہی تھی جن میں ماسٹر ابراہیم جینز اور شرٹس میں ملبوس دنیا کے بہت سے مشہور سیاحتی مقامات پر کھڑے نظر آرہے تھے۔

''آج پہلی بار آپ کا کمرہ دیکھ رہی ہوں اور یہ تصویریں بھی۔ آپ تو بڑے سمارٹ اور خوبصورت ہوتے تھے اور بہت اچھا taste ہے آپ کا۔'' مومنہ نے پلٹ کر اُنہیں مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ وہ اب کمرے میں پڑی اُن پرانی چیزوں پر نظر ڈال رہی تھی جو ماسٹر ابراہیم کی اچھی پسند کو ظاہر کر رہی تھیں۔

''سفر میں ہر منزل طے کی ہے ہم نے۔'' انہوں نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ مومنہ نے اُن کے لہجے پر غور نہیں کیا۔ وہ ایک بار پھر اُن تصویروں کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ میلان ہے میں نے پہچان لیا۔ پچھلے مہینے گئی تھی یہاں۔۔۔ خوبصورت شہر ہے۔'' مومنہ بے اختیار ایک تصویر پر اُنگلی رکھتے ہوئے کہا۔

''آدھی زندگی گزاری ہے میلان میں۔ اس لئے تصویریں لگا رکھی ہیں۔ نظروں کے سامنے رہتا ہے ہر وقت۔'' انہوں نے جواباً کہا تھا۔

مومنہ دیوار پر لگی تصویروں کو دیکھتے ہوئے چل رہی تھی یوں جیسے وہ کسی آرٹ گیلری کی دیوار تھی۔ پھر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لندن ویک، میلان فیشن ویک، پیرس فیشن ویک۔۔۔ آپ نے بھی سارا ہی عروج دیکھ لیا۔''

''عروج کہاں زوال تھا وہ عروج تو اب آیا ہے۔''

مومنہ نے اُن کی بات پر اُنہیں پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے اُسی میٹھے، ٹھنڈے شفقت والے انداز میں۔ مومنہ جانتی تھی وہ بیرون ملک کسی جوتوں کی کمپنی کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ مگر

اُسے کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا وہ ''موچی'' کس معیار اور حیثیت کا ''موچی'' تھا۔

''آپ کی بیوی کی کوئی تصویر نہیں ہے؟'' مومنہ کو یک دم خیال آیا۔

''اُس کو پسند ہی نہیں تھا۔۔۔ میں اپنی بھی دیواروں سے اُتار دینا چاہتا تھا مگر اُس نے اُتارنے ہی نہیں دیں۔اُس نے سجائی ہوئی تھیں میری زندگی کی یہ ساری یادیں ان دیواروں پر۔'' ماسٹر ابراہیم کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی مگر آواز میں ایک کسک تھی۔

''تم بتاؤ آج تمہیں دوبارہ میری یاد کیسے آگئی؟'' انہوں نے موضوع بدلتے ہوئے اُس سے پوچھا تھا۔

''یاد تو ہمیشہ آتی ہے آپ کی لیکن آج آپ سے ایک کام پڑ گیا ہے۔'' مومنہ نے دوبارہ اُن کے بستر کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''عبدالعلی صاحب کا کوئی رشتہ دار ہے پاکستان میں؟'' اُس کے سوال نے ماسٹر ابراہیم کو ساکت کیا تھا۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' مومنہ اُن کا چہرہ دیکھتی رہی پھر اُس نے مدھم آواز میں کہا۔

''مجھے لگتا ہے میں اُن کے پوتے سے مل کر آئی ہوں۔''

''قلبِ مومن سے'' اُن کا جواب اتنا بے اختیار تھا کہ مومنہ کو اُس کی توقع نہیں تھی۔

''جی۔۔۔آپ جانتے ہیں اُسے؟'' مومنہ نے اُن سے پوچھا تھا۔

''عبدالعلی صاحب ذکر کرتے تھے اُس کا۔'' ماسٹر ابراہیم نے مدھم آواز میں کہا۔

''حسنِ جہاں عبدالعلی صاحب کی بہو تھی۔قلبِ مومن حسنِ جہاں ہی کا بیٹا تھا۔۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔۔۔آپ نے مجھے کبھی بتایا کیوں نہیں۔ عبدالعلی صاحب کے پاکستان سے اس تعلق کے بارے میں؟ اُن کے پوتے کے بارے میں؟''

اُس نے ماسٹر ابراہیم سے کہا تھا۔ وہ اُسے چپ چاپ دیکھتے رہے۔ایک لمبی خاموشی کے بعد انہوں نے کہا۔

''ہر راز امانت ہوتا ہے۔۔۔ ہر بھید اپنے وقت پر کھلتا ہے۔'' مومنہ اُن کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔ وہ ایسی کئی باتیں کرتے تھے جو اُسے سمجھ نہیں آتی تھیں مگر وہ پھر بھی اُنہیں سنتی تھی۔ یاد رکھتی تھی۔

''کل دوبارہ آؤں گی آپ کے پاس۔۔۔اور اس بار آپ کے لئے کچھ لاؤں گی۔'' مومنہ نے یک دم اُٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا؟''

''عبدالعلی صاحب کے شاہکار۔'' اُس نے ماسٹر ابراہیم سے کہا اور اُنہیں خدا حافظ کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

مومنہ سلطان بُری طرح اُلجھی ہوئی ماسٹر ابراہیم کے گھر سے نکلی تھی۔ ماسٹر ابراہیم جانتے تھے کہ حسنِ جہاں عبدالعلی کی بہو تھی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مومنہ سلطان کا باپ حسنِ جہاں کا میک اپ آرٹسٹ رہ چکا تھا اس کے باوجود انہوں نے کبھی مومنہ کو یہ جتایا تک نہیں تھا کہ وہ ان دونوں کڑیوں سے واقف تھے یا پھر وہ ان دونوں کڑیوں کے درمیان کی کڑی تھے۔۔؟ کوئی چیز تھی جو مومنہ کو بُری طرح کھٹک رہی تھی مگر وہ چیز کیا تھی وہ ڈھونڈھ نہیں پا رہی تھی۔

اپنی گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھے اُس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اُس نے پہلی بار ماسٹر ابراہیم سے حسنِ جہاں کے بارے میں کب بات کی تھی۔ کب اُن سے اپنے باپ کا تعارف حسنِ جہاں کے میک اپ آرٹسٹ کے طور پر کروایا تھا۔ اُسے پلک جھپکتے میں یاد آ گیا تھا۔ تب جب وہ ماسٹر ابراہیم کے پاس حسنِ جہاں کی تصویریں بیچنے کے لئے لے کر گئی تھی۔۔۔ جہانگیر کے علاج کے لئے۔

......☆......

وہ فجر کا وقت تھا جب مومن کی آنکھ میکانیکی انداز میں کھلی تھی۔ یہ اب کئی مہینوں سے ہونے لگا تھا۔ کسی رحمت کی طرح۔ رات کا پچھلا پہر اب اُسے کہیں اور لے جانے لگا تھا۔۔۔ اُس راستے پر جہاں رات دُنیا کے لئے نہیں ہوتی تھی آخرت کے لئے ہوتی تھی اور آخرت لفظ سے تو قلبِ مومن واقف ہی نہیں تھا۔ الف کا پورا اسکرپٹ اُس نے رات کے اسی پہر لکھا تھا اور وہ اکثر لکھتے لکھتے سو جاتا پھر اُس کی آنکھ کھلتی تو فجر کے وقت اور وہ کسی سحر زدہ معمول کی طرح مصلّے پر جا بیٹھتا۔

دادا اُس سے رات کے پچھلے پہر کے سکون کی بات کرتے تھے ہمیشہ جب وہ اُن سے پوچھتا تھا کہ وہ رات کو خطاطی کیوں کرتے تھے۔

''اللہ کے دربار میں بیٹھ کر خطاطی کرتا ہوں اُس وقت۔'' وہ ہنس کر کہہ دیتے تھے۔ مومن ہنس کر ٹال دیتا تھا۔

قلبِ مومن نے بھی زندگی کے کئی سال رات کے اس پہر اپنی فلموں کی Preproduction پر لگائے تھے۔۔۔ فلموں کی ایڈیٹنگ بھی رات کے اسی پہر بیٹھ کر کرتا تھا۔ میوزک بھی اسی پہر بیٹھ کر بنواتا تھا۔ وہ رات کے اس پہر کھوٹ بناتا رہا تھا۔۔۔ عبدالعلی سونا۔

وہ پچھلی رات بھی ٹھیک سے سو نہیں سکا تھا۔ کچھ ہو گیا تھا اُس کی نیند کو، اُس کی راتوں کو، اُس کی زندگی کو۔

خالق علی کے جملے اُسے بار بار Haunt کرتے رہے تھے۔ وہ پینٹنگز جنہیں وہ اپنی اولاد کے مستقبل کے لئے خرید کر لے جانا چاہتا تھا وہ اُس کے سٹور روم میں گرد اور مٹی میں اٹی پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے اُن کے اندر وہ کیوں نہیں کھوجا تھا۔ جو دنیا کھوج رہی تھی۔ سوال بہت تھے اور ہر سوال پریشان کر دینے والا تھا۔

فجر کی نماز پڑھ کر وہ دوبارہ سونے کے لئے نہیں لیٹا تھا۔ وہ لاؤنج میں نکل آیا تھا جہاں وہ پینٹنگز پڑی ہوئی تھیں۔ یوں جیسے وہ اُنہیں دوبارہ دیکھنا چاہتا تھا۔ دوبارہ پڑھنا چاہتا تھا۔

لاؤنج خاموش تھا۔ کچھ لائٹس آن تھیں اور گلاس والز سے آنے والی ہلکی روشنی سورج کی آمد کا پیغام دینے کے باوجود رات کو ابھی اُجالا نہیں بنا پائی تھی۔

قلبِ مومن نے وہ پہلی پینٹنگ اُٹھائی تھی جس کا اخبار شکور نے خالق علی کو دکھانے کے لئے اُتارا تھا۔ اُس نے اُس پر لکھی آیت پڑھنے کی کوشش کی۔

ان الانسن لربہ لکنود

(سورۃ العدیت: آیت 6)

کسی جھماکے کی طرح اُسے اپنی اور دادا کی گفتگو یاد آئی جو اس پینٹنگ کو لیتے ہوئے ہوئی تھی۔

"یہ میری برتھ ڈے کا گفٹ ہے؟"

اُس نے دادا سے پوچھا تھا وہ اُس وقت ترکی میں اپنے گھر پر ایک رات یہ پینٹنگ بنا رہے تھے اور مومن رات کے پچھلے پہر اُن کے کمرے میں اُنہیں اپنی روانگی کے بارے میں انفارم کرنے آیا تھا اور اس پینٹنگ پر پہلی نظر پڑتے ہی اُسے بے اختیار ایسا لگا تھا جیسے وہ اُس کی سالگرہ کے لئے بنائی جا رہی تھی۔

"تم نے کیوں دیکھ لی۔۔۔؟ میں تو تمہاری سالگرہ پر ہی دکھانا چاہتا تھا اسے تمہیں۔" عبدالعلی کسی چھوٹے بچے کی طرح خفا ہوئے تھے۔

"مطلب کیا ہے اس آیت کا دادا؟" اس نے جیسے عبدالعلی کو بہلایا تھا۔

"حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس ہے۔" انہوں نے بے ساختہ کہا تھا۔

"میں احسان ناشناس نہیں ہوں دادا۔" مومن نے "احسان ناشناس" کے لفظ کا مفہوم جیسے خود ہی بوجھ لیا تھا۔

''ہم سب ہیں مومن۔۔۔اللہ کی سب نعمتوں کا کہاں شکرادا کرتے ہیں ہم۔'' دادا کی آواز اُس کے کانوں میں لہرائی تھی اور اُس آیت کے الفاظ کسی خزانے کی اشرفیوں کی طرح اُس کی آنکھوں کے سامنے چمک رہے تھے۔

عبدالعلی کی نظروں میں وہ اپنے رب کے احسانوں کو نہ جاننے اور ماننے والا تھا۔

دوسری اُس کی شوبز میں آنے کے بعد دوسری سالگرہ پر دی جانے والی پینٹنگ تھی۔وہ احسان فراموش ہورہا تھا اور عبدالعلی دیکھ پارہے تھے۔وہ بے خبر تھا۔شوبز کے ایک سال نے اُسے اللہ کی بجائے لوگوں کے احسانوں کو یادرکھنا سکھانا شروع کردیا تھا۔

بوجھل دل کے ساتھ قلبِ مومن نے دوسری پینٹنگ پر چڑھا ہوا گرد مٹی سے اٹا ہوا اخبار اُتارا تھا۔

وما توفیقی الاباالله (سورۃ ہود: آیت88)

کوئی آواز اُس کے کانوں میں لہرائی تھی۔''تم نے کھول لیا اپنا تحفہ؟'' عبدالعلی نے اُس سے پوچھا تھا۔

''ہاں کھول لیا۔۔۔مگراب مطلب کیسے سمجھوں؟'' مومن کو اپنا سوال یاد آیا تھا۔

''میری کامیابی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔'' عبدالعلی نے کہا تھا۔

''اورناکامی؟'' مومن نے پتہ نہیں کس رو میں پوچھا تھا۔

''وہ بھی۔'' عبدالعلی نے کہا تھا۔

وہ شوبز میں اُس کی پہلی فلم کے سپرہٹ ہونے کے بعد آنے والی سالگرہ کا تحفہ تھا۔وہ اُس وقت کامیابی کے خماد اور غرور کے پہلے زینے پر بیٹھا تھا۔

تیسری پینٹنگ کی آیت کا مفہوم اُسے اُس آیت پر نظر ڈالتے ہی یاد آگیا تھا۔

''ان الحسنت یذھبن السیأت'' (سورۃ ہود: آیت114)

''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔''

وہ پہلا موقع تھا جب مومن نے سالگرہ پر کسی آیت کی خطاطی لینے میں تامل کا اظہار کیا تھا۔

''آپ ہر بار تر کی سے اتنا بوجھ اُٹھا کر کیوں لے آتے ہیں میرے لئے؟'' اُس نے عبدالعلی سے اس پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''اس کا کیا بوجھ ہے مومن۔۔۔بوجھ تو اعمال کا ہوتا ہے۔'' اُن کے جواب نے اُسے بے چین

کیا تھا۔

''پھر تو آپ پرندے کے پر کی طرح ہلکے ہوں گے اور میں ۔۔۔ مجھے تو یہ یاد بھی نہیں آ رہا کہ اپنے اعمال کے بوجھ کو کس چیز سے equate کروں میں۔''

''اچھے اعمال بروں کو مٹا دیتے ہیں۔'' عبدالعلی نے جیسے اُس کے احساس جرم کو محسوس کر لیا تھا۔

''اچھے اعمال کیا ہوتے ہیں دادا؟'' اُس کا خیال تھا وہ اُسے نماز روزے کا کہیں گے۔

''جن کے بارے میں دل خود کہے کہ وہ اچھے ہیں۔۔۔ کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔'' انہوں نے جواب دیا تھا۔

وہ پہلا سال تھا جب اُس نے ڈپریشن کے لئے سائیکاٹرسٹ سے سیشنز شروع کئے تھے۔ کامیابیاں مقناطیس کی طرح اُس کے وجود سے چپکی ہوئی تھیں۔ پیسہ بارش کی طرح ہر طرف سے برس رہا تھا۔ ناموری قلبِ مومن کے نام کا حصہ بن گئی تھی اور اس کے باوجود کچھ ہونا شروع ہو گیا تھا اُسے اس سال اور تب ہی وہ سالگرہ اور اُس پر وہ پینٹنگ آئی تھی تو اُس کے اعمال خراب تھے اور اُسے توبہ کی ضرورت تھی۔ اچھے اعمال کی ضرورت تھی اور وہ بہترین سائیکاٹرسٹ اور بہترین میڈیسنز ڈھونڈ رہا تھا۔

وہ ہر پینٹنگ اُسے اُس کی زندگی کے گزرتے ہوئے ماہ وسال کی داستان ایک آیت میں سنا رہی تھی۔ اُس کی پچھلی زندگی کے سات سالوں کے ون لائنر۔

وکان ربک بصیرا (سورۃ الفرقان: آیت20)

''اور تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔''

''دادا میں ہر روز اس آیت کو دیکھوں گا تو شرم سے مر جاؤں گا۔ زندہ رہنے دیں مجھے جینے دیں۔ ابھی مومن نہیں بننا میں نے۔'' اگلی پینٹنگ کی آیت نے اُسے کچھ اور یاد دلایا تھا۔

''کوئی اپنے گھر کی دیوار پر یہ کیوں لگائے گا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔'' قلبِ مومن کو اُس آیت کے ترجمے نے ہلایا تھا اور اُس کا دادا سے احتجاج جیسے فرار کی کوشش تھی۔

وہ سب کچھ دنیا کو دکھانے کے لئے کر رہا تھا اور جو کچھ بڑے فخریہ انداز میں کر رہا تھا اُسے اللہ سے چھپانا چاہتا تھا اور عبدالعلی جیسے اُسے یاد دہانی کے لئے وہ پینٹنگ لے آئے تھے۔ یوں جیسے اُسے خبردار کرنا چاہتے ہوں۔ اور قلبِ مومن اُن سب Paintings کو سٹور میں نہ چھپاتا تو اور کیا کرتا۔ وہ اُن آیات کا سامنا نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی کرنا چاہتا تھا۔

اور وہ آخری پینٹنگ۔۔۔ اُن کی زندگی کی وہ آخری پینٹنگ جو انہوں نے اسے پچھلی سالگرہ پر

دی تھی۔

وان اللہ مع المومنین (سورۃ الانفال: آیت 19)

''اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔''

کیا اُمید تھی جو وہ اُسے اُس کی ساری زندگی کی خبر رکھنے کے بعد بھی تھما گئے تھے۔ اُس نے عبدالعلی سے کہا تھا وہ مومن نہیں ہے اور انہوں نے کہا تھا۔ تم قلبِ مومن ہو کبھی مومن بھی ہو ہی جاؤ گے۔''

مومن نے اگلی پینٹنگ کے اوپر سے اخبار اُتارا تھا۔

فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا (سورۃ فاطر، آیت 5)

(اور تم کو دُنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے)

یہ وہ خطاطی تھی۔ جو وہ خواب میں دیکھ کر ڈر کر اُٹھتا تھا یہ جانے بغیر کہ وہ اُس کے سٹور روم میں گرد اور مٹی سے اٹی ہوئی پڑی تھی۔ بالکل اُس کی روح کی طرح۔

قلبِ مومن کی آنکھوں میں پانی اُمڈا تھا۔ گلاس والز سے باہر اب سورج کی روشنی سارے اندھیروں کو ختم کرنے کی جنگ جیتنے لگی تھی۔

وہ لاؤنج میں چلتے ہوئے اھدنا الصراط المستقیم کی اُس خطاطی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جو اُس کے لاؤنج کی دیوار پر آویزاں تھی۔

اس سب کا آغاز اس سے ہوا تھا۔ وہ وہ پہلی خطاطی تھی جو عبدالعلی نے اُسے سالگرہ کے تحفے کے طور پر دی تھی۔ اُس پہلے سال جب وہ فلم انڈسٹری جوائن کر رہا تھا۔

''یہ پہلی برتھ ڈے ہے جس پر آپ نے مجھے خطاطی Paint کر کے دی ہے۔ ورنہ ہمیشہ کچھ اور ہی گفٹ کیا کرتے تھے۔'' قلبِ مومن کو وہ خطاطی تحفے میں دیکھ کر بے حد حیرانی ہوئی تھی۔ دادا نے پہلے کبھی اُسے کوئی خطاطی تحفے میں نہیں دی تھی۔

''پہلی بار فلم انڈسٹری میں جا رہے ہو تم۔۔۔ تمہارا ابھی تو پہلا سال ہے وہاں۔'' انہوں نے اُسے کہا تھا۔

''آپ کو لگتا ہے مجھے سیدھا راستہ دیکھنے کے لئے رہنمائی کی ضرورت پڑے گی؟'' مومن نے بڑے لاپرواہانہ انداز میں اُن سے پوچھا تھا۔

''ہمیشہ۔'' ان کا جواب بے حد مختصر تھا۔ مومن کو وہ مختصر جواب چبھا تھا۔ اتنا بھٹکا ہوا تو نہیں ہوں میں۔'' اُس نے دادا سے کہا تھا یوں جیسے اعتراض کیا تھا۔

''مومن ہو۔۔بھٹکتا مومن ہی ہے جس کے پاس ایمان ہے ہی نہیں اُسے کوئی کیا بھٹکائے گا۔''

اُس نرم آواز کی بازگشت نے اُسے تب خاموش کروایا تھا۔آج رُلا دیا تھا۔

اللہ رب ہے دلوں کے حال جانتا ہے پر عبدالعلی کیسے سب کچھ جان لیتے تھے اُس کے بارے میں۔۔۔اُس کے دل تک کیسے پہنچ جاتے تھے اُس کے ماضی اور حال کو کیسے بھانپ لیتے تھے۔۔۔اُس پینٹنگ پر دونوں ہاتھ رکھے وہ بچوں کی طرح ہچکیوں اور سسکیوں کے ساتھ رونے لگا تھا۔

وہ عبدالعلی کے اس اثاثے کو کیسے بے مول کئے ہوئے تھا وہ اُسے کیسے بیچ سکتا تھا۔۔۔وہ تو اُس کی میراث تھی اُس کا ترکہ تھا۔وہ خالق علی کو بیچ نہیں سکتا تھا۔وہ مومنہ سلطان کو بھی نہیں دے سکتا تھا۔

......☆......

''یہ ہے تمہارا معاوضہ اور یہ ہے کانٹریکٹ۔۔۔سائن کردو ابھی۔''

داؤد صبح سویرے مومنہ کے گھر پہنچا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ناشتہ سے فارغ ہوکر اب ایک TV انٹرویو کے لئے جانے کے لئے تیار ہوکر لاؤنج میں نکلی تھی جب اُس نے داؤد کو اُن پینٹنگز کے ساتھ لاؤنج میں موجود پایا تھا۔وہ اُس کے انتظار میں بیٹھا ثریا کے ساتھ گپ شپ کرنے کے بعد اب ناشتہ کررہا تھا۔

''میں کہیں بھاگ نہیں جاؤں گی۔۔۔اتنی کیا بے اعتباری ہے۔'' مومنہ نے اُن پینٹنگز کی طرف جاتے ہوئے کہا جو دیوار کے ساتھ اکٹھے ہی زمین پر ٹکا کر رکھی ہوئی تھیں۔

''تم سٹار ہو اب مومنہ اور سٹارز کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔'' داؤد نے پراٹھے کا آخری لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔مومنہ کو اُس کی بات پر ہنسی آ گئی تھی۔

''میں سٹار ہوں اب اور سٹار کسی پر اعتبار کرتا بھی نہیں۔میری مینیجر کانٹریکٹ دیکھے گی پھر سائن کر کے بھیجوں گی۔'' اُس نے اُسی ٹون میں داؤد کو جواب دیا تھا۔

''نہیں یار ایسا مت کرو۔۔۔کتنے دن لگاؤ گی۔'' داؤد بے اختیار کراہا تھا۔

''چند گھنٹے۔۔۔تم جاؤ۔۔۔بھجوا دیتی ہوں کچھ دیر میں کانٹریکٹ۔'' اس بار مومنہ نے دوستانہ انداز میں اُس سے کہا۔اس سے پہلے کہ داؤد کچھ اور کہتا۔ملازم ایک بے حد خوبصورت بکے لے کر اندر داخل ہوا تھا۔

''چلو پھر میں چلتا ہوں۔تھوڑی دیر میں بھیجتا ہوں کسی کو اور سکرپٹ کا بقیہ حصہ یہاں رکھ کے جارہا ہوں۔دیکھ لینا اُسے۔'' داؤد کھڑا ہوتے ہوئے ملازم کے پاس سے گزرتے گزرتے رُکا اور اُس

نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

''بکے پر بکے آ رہے ہیں مومنہ سلطان کے لئے اب یہ کون خوش نصیب ہے۔'' اُس نے کہتے ہوئے بکے پر لگا کارڈ دیکھا اور پھر جیسے اُس نے چونک کر مومنہ سے کہا۔

''اوہ۔۔۔شاید فیصل نے بھیجا ہے۔نام اُسی کا لگتا ہے۔اقصیٰ سے کل بات ہوئی تھی اُس کی۔ تم سے بات کرنے اور ملنے کا کہہ رہا تھا۔'' وہ ایک ہی سانس میں رُکے بغیر کہتا چلا گیا تھا۔ دل کی وہ دھڑکن جو اُس کے نام پر ایک لمحہ کے لئے رُکتی تھی آج نہیں رُکی تھی۔

اُس نام نے اُس کے وجود کے اندر کوئی گھنٹیاں نہیں بجائی تھیں۔اُس نے چپ چاپ داؤد کی بات سنی تھی۔وہ کہہ کر باہر چلا گیا تھا۔

''وہاں رکھ دو۔''

مومنہ نے اُس کے جانے کے بعد ملازم سے بکے پکڑنے کی بجائے لاؤنج کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اُس نے جب بھی اُسے کبھی پھول بھیجے تھے بہت خاص arrangement بھیجے تھے۔بس آج یہ ہوا تھا کہ مومنہ سلطان کے لاؤنج میں امپورٹڈ پھولوں اور سپیشل arrangements کا اتنا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ اُن کے درمیان اُس کے بھیجے ہوئے پھول ''عام'' لگ رہے تھے۔ایک نظر اُن پھولوں پر ڈالنے کے بعد اُنہیں چھوئے بغیر وہ پلٹ کر دوبارہ اُس پہلی پینٹنگ کو دیکھنے لگی تھی۔

اھدنا الصراط المستقیم

مومنہ سلطان نے اُس پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ اُس نے کبھی خواب میں بھی عبدالعلی کی پینٹنگز اپنے گھر سجانے کا نہیں سوچا تھا۔اُن کا شمار دُنیا کے بہترین محقق خطاطوں میں ہوتا تھا۔مومنہ نے اُن کے بارے میں جو بھی تھوڑا بہت جانا تھا وہ یا تو ماسٹر ابراہیم سے جانا تھا یا اُن کتابوں اور آرٹیکلز سے جو اُس نے خطاطی کے بارے میں پڑھی تھیں اور جن میں عبدالعلی کا نام سرفہرست تھا۔

وہ آج بھی اُن کی خطاطی کو گھر میں سجانے کے لئے نہیں لائی تھی، بچانے کے لئے لائی تھی۔ اُس کو یقین تھا قلبِ مومن اُس اثاثے کو کسی کو بھی بیچ دیتا کسی کو بھی۔اُس کے لاؤنج میں بیٹھے اُس نے خالق علی کی ساری باتیں سنی تھیں۔

خطاطی کے وہ سات نمونے کس محبت سے عبدالعلی نے قلبِ مومن کے لئے بنائے تھے۔اُس نے یہ بھی سنا تھا اور خالق علی نے اُنہیں حاصل کرنے کے لئے کتنی خواہش کی تھی۔اُس نے یہ بھی سن لیا تھا

اور وہ مومنہ سلطان اب خطاطی کے اُن سات نمونوں کو نہ تو خواہش نہ لگن سے لے کر آئی تھی وہ اُنہیں اپنے نصیب سے لے آئی تھی۔ اور اب اپنے گھر پر اُن Paintings کو دیکھتے ہوئے وہ جیسے اس اتفاق کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اُس کے سیل فون پر آنے والی کال نے جیسے اُس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا تھا۔ وہ نمبر جانا پہچانا نہیں تھا۔ مومنہ نے کال ریسیو کر لی تھی۔ اُس کے فون پر آنے والے اکثر نمبر جانے پہچانے نہیں ہوتے تھے۔

''مومنہ سلطان میں سمجھا تھا تم فون نہیں اُٹھاؤ گی Unknown نمبر دیکھ کر۔'' دوسری طرف فیصل تھا۔۔۔ بے حد ہشاش بشاش چہکتا ہوا۔ اُسے لحہ بھی نہیں لگا تھا اُس کی آواز پہچاننے میں اور شاید اُسے بھی اتنا ہی وقت لگا تھا اُس کی ہیلو سے اُس کی شناخت تک۔

''کیسے ہیں آپ؟'' اُس نے اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے پوچھا۔

''تم نے پہچان لیا مجھے؟'' فیصل کی آواز میں کچھ اور خوشی چھلکی۔

''داؤد نے بتایا تھا آپ کال کریں گے۔'' مومنہ نے اُسی لہجے میں کسی جذباتیت کے بغیر کہا۔

یادوں پر اُس نے بند باندھ دیا تھا اور بند باندھنے میں کوئی مومنہ سلطان سے بہتر نہیں تھا۔

''خوش فہمی نہیں پالنے دیتی تم اب بھی۔'' فیصل نے اُسی انداز میں کہا۔

''آنٹی کیسی ہیں؟'' اُس نے ایک بار پھر اُس کی بات کا جواب دینے کی بجائے موضوع بدل دیا تھا۔

''آج کل ہمارے گھر میں ہر وقت تمہارا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ میری بیوی پاگل ہے تمہارے پیچھے اور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ تمہیں ڈنر پر انوائیٹ کروں اور ممی۔۔۔ وہ تو مومنہ ہر ایک کو تمہارے بارے میں بتاتی رہتی ہیں۔''

"You have made all of us so proud."

وہ کہتا جا رہا تھا۔ وہ سنتی جا رہی تھی۔ وہ اب لوگوں کے جملوں کو جملے ہی سمجھتی تھی جذبے نہیں۔۔۔ سچ بھی نہیں۔ تعریف اُسے کھوکھلی لگتی تھی۔ تنقید بے معنی۔

''مجھے ہمیشہ پتہ تھا مومنہ تم کوئی بڑا کام کرو گی اگر ایکٹنگ میں آئی ہو تو بھی مگر اتنا بڑا کام کرو گی یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔'' وہ اب بھی اُسی جذباتی انداز میں بولتا چلا جا رہا تھا۔ مومنہ نے کلائی میں بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ اُس کے پاس اگلی جگہ پہنچنے کے لئے پندرہ منٹ تھے۔

''بہت شکریہ فیصل آپ اپنی فیملی کا شکریہ ادا کر دیں میری طرف سے۔۔۔ ان شاءاللہ جب ممکن ہوا

توضرور ملاقات ہو جائے گی۔'' اُس کی بات بے حد نرم لہجے میں بیچ میں کاٹتے ہوئے اُس نے کہا تھا۔

''اتنی فارمل کیسے ہو گئی تم مومنہ۔'' فیصل کو اُس کی غیر جذباتیت ہضم نہیں ہوئی تھی۔

''Formality اچھی چیز ہے۔ بہت سارے لحاظ اور بھرم رہنے دیتی ہے۔'' اُس کا لہجہ اب بھی بے حد ہموار تھا۔

''میں ہرٹ ہو رہا ہوں مومنہ۔ تمہارا اور میرا تعلق کیا تھا دہرانے کی ضرورت ہے کیا؟''

''آپ کا اور میرا تعلق ماضی تھا اور زندگی بڑی مصروف ہو گئی ہے۔ ماضی کے بارے میں سوچنے بھی نہیں دیتی۔ آپ بھی نہ سوچیں۔ hurt ہونے سے بچیں گے۔ Pay my regards to your wife۔۔۔ خدا حافظ۔''

اُس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ اُسے زندگی میں کسی مرد کا ساتھی بننے کی خواہش تھی تفریح بننے کی نہیں۔

......☆......

''اتنے دنوں سے چکر لگا رہا ہوں اُس مارکیٹ کا کسی کو پتہ نہیں ہے ماسٹر ابراہیم کا۔ تم نے غلط پتہ دیا ہے مجھے شکور۔''

شکور نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا تھا اور مومن اُس کو دیکھتے ہی اُس پر برس پڑا تھا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے ہر روز اُس مارکیٹ میں ماسٹر ابراہیم کو ڈھونڈنے جا رہا تھا جس علاقے کا پتہ شکور نے اُسے دیا تھا مگر اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اُس مارکیٹ میں سینکڑوں دُکانیں تھیں اور ماسٹر ابراہیم کے مکمل تعارف کے بغیر صرف نام لے کر کسی علاقے میں اُسے ڈھونڈنا بھوسے کے ڈھیر میں سے سوئی ڈھونڈنے کے مترادف تھا۔

''قسم سے مومن بھائی یہی پتہ تھا۔ میں نے تو کریم کی app سے چیک کر کے پتہ لکھوایا تھا آپ کو۔ اسی پتہ پر جاتے تھے دادا جی۔ مجھ پہ بھروسہ نہیں تو بے شک کریم والوں سے پوچھ لیں۔ اُن پر تو بھروسہ ہے نا آپ کو۔'' شکور نے اپنا فون جیب سے نکالتے ہوئے اُس کے پیچھے آتے ہوئے بے حد دُکھی دل کے ساتھ اُسے کہا تھا۔

مومن اُس کے ساتھ بحث کرنے کی بجائے لاؤنج میں آ گیا تھا اور لاؤنج میں آتے ہی جیسے اُسے کرنٹ لگا تھا۔ وہاں دیوار پر اھد نا الصراط والی خطاطی غائب تھی اور وہ چھ پینٹنگز بھی جو وہ صبح وہیں لاؤنج کی میز پر چھوڑ کر گیا تھا۔

''یہ پینٹنگز کہاں گئیں؟'' اُس نے کچھ ہڑ بڑائے انداز میں شکور سے پوچھا۔

''وہ تو داؤد بھائی لے گئے صبح صبح آ کر۔ آپ کے نکلتے ہی۔ جھاڑ پونچھ کر دی تھیں میں نے۔''

اُس نے ساتھ ہی اگلا جملہ فخریہ انداز میں کہا۔

مومن حلق کے بل چلایا تھا۔

''تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اُسے کیسے لے جانے دیں وہ۔'' شکور کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے تھے۔ آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے اُس نے کہا۔

''کل آپ کے سامنے ہی تو کہہ کر گئے تھے وہ آج آ کر لے جائیں گے۔''

''وہ کل تھا۔۔۔ یہ آج ہے۔'' قلبِ مومن نے غضب ناک انداز میں جیب سے فون نکال کر اُس سے کہا تھا۔

''پر آپ تو آج بھی مجھے منع کر کے نہیں گئے تھے۔'' شکور کے جواب میں logic تھی اور اُس نے مومن کو لا جواب کر دیا تھا۔

''تم واقعی الّو کے پٹھے ہو۔'' مومن نے جواباً اُس سے کہا تھا۔ فون پر اب وہ داؤد کو کال کر رہا تھا۔

''شکور کام نہ کرے تو الّو کا پٹھا کام کرے تو الّو کا پٹھا۔۔۔ شکور جائے تو کہاں جائے۔'' شکور بڑ بڑاتے ہوئے لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ وہاں کھڑا رہنا اس وقت اپنی رسوائی کا سامان خود کرنا تھا۔

داؤد نے پہلی ہی کال پر فون اُٹھا لیا تھا۔

''مومن بھائی میں آپ کو ہی کال کرنے والا تھا۔ سارے انتظامات ہو گئے ہیں۔'' داؤد نے اُس کی آواز سنتے ہی اُسے چہکتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

''کس چیز کے؟'' مومن ایک لمحہ کے لئے اُلجھا۔

''پریس کانفرنس کے۔''

''کس پریس کانفرنس کے؟''

''آپ کو اناؤنسمنٹ کرنی تھی مومنہ سلطان کی الف کی فلم کا حصہ بننے پر۔'' داؤد نے اُسے یاد دلایا۔

''تم نے پینٹنگز مومنہ کو دے دیں؟'' مومن نے اُس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اُس سے پوچھا تھا۔

''جی مومن بھائی اور اُس نے کانٹریکٹ بھی سائن کر کے بھیج دیا ہے۔'' داؤد نے اُسے خوشی سے اطلاع دی۔ مومن ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

''داؤد مجھے میری پینٹنگز واپس چاہیے۔ میں نہیں بیچ سکتا اُنہیں کسی کو بھی۔ کانٹریکٹ کینسل کردو مومنہ کے ساتھ۔'' داؤد ہکا بکا رہ گیا۔

''مومن بھائی میں نے تو نیوز بھی بریک کردی ہے۔ سارا میڈیا آرہا ہے ہماری پریس کانفرنس کی کوریج کے لئے مومنہ کی وجہ سے۔ آپ TV آن کر کے دیکھیں نیوز میں چل رہا ہے Ticker۔۔۔ مومنہ سلطان کی پہلی پاکستانی فلم الف کا اور ساتھ میں آپ کا نام بھی چل رہا ہے۔ اب سب کچھ ختم کریں گے تو بڑی بدنامی ہوگی۔ ابھی فلم ہونے دیں۔ میں بعد میں لے دوں گا آپ کو مومنہ سے وہ پینٹنگز۔ وہ بڑی اچھی لڑکی ہے۔'' داؤد نے تقریباً منتیں کرتے ہوئے کہا تھا۔ اُس کی واقعی جان پر بن آئی تھی۔

''تم لے کر دو گے مجھے وہ پینٹنگز۔'' مومن چند لمحے جھنجھلایا پھر نرم پڑتے ہوئے اُس نے بے بسی سے داؤد سے کہا۔

''وعدہ مومن بھائی۔۔۔ وعدہ۔'' داؤد نے فوراً سے پہلے حامی بھرلی۔

......☆......

پریس کانفرنس میں نیوز چینلز کے نمائندوں اور جرنلسٹس کا ایک جَم غفیر تھا۔ جو قلبِ مومن نے دیکھا تھا اور عجیب حیرت بھری خوشی کے ساتھ اُس نے داؤد سے پوچھا تھا۔

''اتنے لوگ کیسے اکٹھے کر لئے تم نے؟''

''اکٹھے کرنے ہی نہیں پڑے مومن بھائی اس بار تو۔۔۔ مومنہ سلطان کا نام سن کر آرہے ہیں یہ۔۔۔ ابھی بھی کالز آرہی ہیں پتہ نہیں کس کس جگہ سے کوریج کے لئے۔۔۔ مجھے لگ رہا ہے چائے کا سامان اور سیٹیں دونوں کم پڑ جائیں گی۔''

وہ فون پر آنے والی ایک کال سنتے ہوئے بے حد فکر مندی سے کہتا ہوا سٹوڈیو میں اُس کونے کی طرف بھاگتا گیا تھا جہاں قدرے خاموشی تھی اور قلبِ مومن کے چہرے سے ایک رنگ سا آکر گزرا تھا۔ وہ ہجوم کبھی اُس کے لئے اکٹھا ہوتا تھا آج اُس کے لئے اکٹھا ہو رہا تھا جسے اُس نے کبھی چیونٹی جانا تھا۔ آسان نہیں تھا۔ اپنا تاج کسی دوسرے کے سر پر دیکھنا۔

سٹوڈیو کا ہال رپورٹرز، فوٹو گرافرز اور پریس کانفرنس کے انتظامات دیکھنے والی ٹیم کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ تیز روشنیوں میں بھی ہر فوٹو گرافر اور کیمرہ مین اپنا اپنا کیمرہ سنبھالے بہترین سے بہترین کوریج اور شاٹ کے لئے اُس سٹوڈیو کے مختلف حصوں پر قبضہ کئے ہوئے تھے اور ان سب کے درمیان مختلف برانڈز کے مینیجرز کہیں کھڑے کہیں بیٹھے ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور یہ بھی

وہی لوگ تھے جو اُس کی پچھلی پریس کانفرنس میں الف میں اپنی عدم دلچسپی ظاہر کر چکے تھے۔ مومنہ سلطان کا نام اُن سب کو وہاں کھینچ لایا تھا۔ قلبِ مومن احساس کمتری کے ایک اور درجے سے آج آگاہ ہو رہا تھا اور یہ وہ احساس کمتری تھا جس نے اُس کی خود اعتمادی پر کاری ضرب لگائی تھی۔

مومنہ سلطان بالکل ٹھیک وقت پر سٹوڈیو میں داؤد اور ٹینا کی ہمراہی میں داخل ہوئی تھی اور سٹوڈیو میں ایک عجیب سی ہڑبونگ مچ گئی تھی۔ قلبِ مومن اُسے ریسیو کرنے کے لئے دروازے تک جانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں جا سکا فوٹوگرافرز اور جرنلسٹس نے سٹوڈیو کے دروازے پر ہی اُسے گھیر لیا تھا۔ فلیش لائٹس کے جھماکوں اور اپنی نام کی پکاریں میں مومنہ سلطان بمشکل سٹیج تک پہنچی تھی اور وہاں پہلی بار اُس کا اور قلبِ مومن کا آمنا سامنا ہوا۔

قلبِ مومن نے سٹیج پر لمبی میز کے پیچھے رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھے ہوئے اُٹھ کر اُس کو ریسیو کیا۔ دونوں کی نظریں لمحہ بھر کے لئے ملی تھیں پھر اُسی رفتار سے چرالی گئیں تھیں۔ وہ اُس کے برابر کی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اور اُس کے اتنے قریب بیٹھنے پر قلبِ مومن بھی فلیش لائٹس کے ان جھماکوں کا شکار ہونے لگا تھا جن کا فوکس وہ نہیں تھا۔ سٹیج کے سامنے کھڑا میڈیا کچھ دیر تک صرف فوٹوگرافی کرتا رہا اور اُس کے برابر بیٹھی مومنہ سلطان بے حد تحمل سے مسکراتے ہوئے وہ فوٹوگرافی کرواتی رہی تھی۔ ایک سیاہ شلوار قمیض میں وہ اپنے بال جوڑے کی شکل میں باندھے ہوئے تھی۔ کلائی کی گھڑی اور کانوں میں آج پہنے سیاہ موتیوں کے سٹڈز اُس کی واحد accessories تھیں۔ وہ اس حلیے میں بھی اُس پورے سٹوڈیو کا محور تھی اور وہ جیسے اس بات سے باخبر تھی۔

''یہاں آنے کے لئے آپ سب کا بہت شکریہ۔'' سٹیج پر اُس میز کے پیچھے موجود افراد کے سیٹیں سنبھالتے ہی قلبِ مومن نے مزید انتظار کے بغیر مختصر خیر مقدمی کلمات کے ساتھ ہی گفتگو کا آغاز کر دیا تھا اور سٹوڈیو میں بالآخر خاموشی ہونا شروع ہوئی۔

''ہمارے لئے یہ بڑی خوشی اور اعزاز کی بات ہے کہ آج مومنہ سلطان الف کا حصہ بن رہی ہیں اور اس فلم میں مرکزی کردار ادا کر رہی ہیں۔'' قلبِ مومن ایک لمحہ کے لئے رُکا۔ اُس کا ذہن تقریباً بلینک ہو گیا تھا۔

مومنہ سلطان کے لئے مزید وہ کیا کہتا اُس کے ذہن میں کچھ نہیں آ رہا تھا جو آ رہا تھا وہ کہنے کے لئے وہ تیار نہیں تھا۔ وہ مومنہ سلطان کے لئے تعریفوں کے پل نہیں باندھ سکتا تھا اور کچھ اور اس موقع پر کہا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

''اس فلم کے حوالے سے میں آپ لوگوں سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں اور کہوں گا بھی کیونکہ اس فلم سے زیادہ اہم اس وقت میرے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور کبھی بھی کچھ بھی نہیں رہا۔''

وہ جب دوبارہ بولنا شروع ہوا تو مومنہ سلطان کے بارے میں مزید کچھ کہے بغیر اُس نے فلم کے بارے میں بے حد جذباتی انداز میں بات شروع کردی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہہ پاتا۔ ایک نیوز رپورٹر نے اُٹھ کر اُسے ٹوکتے ہوئے کہا تھا۔

''قلبِ مومن صاحب آپ کی فلم کے بارے میں سب ہی پتہ ہے ہمیں۔ آج آپ ہمیں مومنہ سلطان سے بات کرنے دیں تاکہ ہم اُن سے پوچھیں کہ وہ اس فلم کے بارے میں کیا سوچتی ہیں اور کیوں کام کررہی ہیں جب انڈسٹری کی کوئی ہیروئن اس فلم میں کام کرنے پر تیار نہیں ہے۔''

قلبِ مومن کا چہرہ سیاہ پڑا تھا۔ وہ سیدھا سیدھا اُسے یہ کہہ رہا تھا کہ اُسے اُس کی بات سننے میں دلچسپی نہیں تھی وہ مومنہ کو سننا چاہتا تھا۔

''Sure۔''

مزید ایک لفظ بھی کہے بغیر قلبِ مومن نے اپنے سامنے میز پر رکھا ہوا مائیک پیچھے کردیا تھا۔ اُس کی عزت نفس شاید اتنی مجروح نہ ہوتی اگر وہ اُس کے برابر نہ بیٹھی ہوتی۔ قلبِ مومن کو یقین تھا وہ اس ساری اہمیت اور اُس کی بے وقعتی سے محظوظ ہورہی ہوگی۔ اُس سے بدگمان ہونے کے لئے اُسے کوئی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

''آپ سے پہلے یہ رول شیلی کررہی تھیں ایک گھنٹہ پہلے اُن سے فون پر میری بات ہوئی ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ جو رول مومنہ سلطان کررہی ہیں وہ انہوں نے ریجیکٹ کردیا تھا کیونکہ اُنہیں وہ اہم اور دلچسپ نہیں لگا تھا اور فلم کا موضوع بھی اُنہیں بے تُکا لگا۔ آپ کسی کا چھوڑا ہوا رول کیوں کررہی ہیں؟'' اُس رپورٹر کا پہلا ہی سوال تپا دینے والا تھا۔ قلبِ مومن اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گیا تھا اور داؤد اور ٹینا کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ انہوں نے دل میں شیلی کو بیک وقت گالیاں دیں تھیں۔ وہ اداکاراؤں والی typical حرکتیں کررہی تھی۔ خود بھی نہیں کام کرنا اور دوسرے کا دل بھی اُٹھانا ہے۔

''میں ہر رول کو اُس کے میرٹ پر دیکھتی ہوں۔ جس رول پر مجھے آسکر ملا وہ ودیا بالن کا چھوڑا ہوا تھا۔ ہر رول ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتا۔ جس کا ہوتا ہے اُسی کو کرنا ہوتا ہے۔'' قلبِ مومن نے گردن موڑ کر شاید پہلی بار اُسے اتنے قریب سے بات کرتے دیکھا تھا اور وہ پہلا لمحہ تھا جب اُس کے دل میں مومنہ سلطان کے لئے عزت جاگی تھی۔

''اپنے رول کے بارے میں کچھ بتائیں۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اُسی رپورٹر نے کچھ کُریدنے والے انداز میں کہا۔

''میں کچھ نہیں بتا سکتی ڈائریکٹر کچھ بتانا چاہیں تو بتا دیں۔'' اُس نے کہتے ہوئے گردن موڑ کر قلبِ مومن کو دیکھا اور اُسے خود کو دیکھتے ہوئے پایا۔ وہ دونوں پہلی بار اتنے قریب بیٹھے تھے۔ پہلی بار ایک دوسرے کی آنکھوں کو بھی اتنے قریب سے دیکھا تھا انہوں نے۔ مومنہ سلطان نے ایک لمحہ میں اُس سے نظریں چرائی تھیں۔

''یہ سکرپٹ قلبِ مومن نے لکھا ہے اور وہ رائٹر نہیں ہیں۔ جو وہ بناتے تھے وہ کمرشل سینما تھا۔ کمرشل سینما میں اُن کی کامیابی کی وجہ عورت کے جسم کا exposure تھا۔ ایسی فلمیں بنانے والا ڈائریکٹر ایک دن روحانیت اور اللہ کے بارے میں فلم بنانے ہی نہیں لکھنے بھی بیٹھ جائے تو کیا یہ مذاق نہیں ہے اور پھر اُس فلم میں آپ جیسی اداکارہ بھی کام کرنے پر تیار ہو جائے۔'' وہ اگلا سوال قلبِ مومن کو شرم سے پانی پانی کرنے کے لئے کافی تھا۔

زندگی واقعی مکافات عمل تھی۔ وہاں مومنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے یہ سوال سر جھکائے سنتے ہوئے قلبِ مومن نے سوچا تھا۔ وہ پچھلا سال ہوتا تو اُس کے سٹوڈیو میں بیٹھ کر اُس کا مذاق اڑانے والا وہ رپورٹر سٹوڈیو سے باہر پڑا ہوتا یا اُسے ایسے سوال کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ پر آج اُس سے وہ سوال کئے جا رہے تھے اور وہ سننے پر مجبور تھا جن پر پہلے کبھی وہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اُس سوال پر کچھ تالیاں بجی تھیں، کچھ قہقہے بھی لگے تھے۔ ہنسنے والوں میں مومنہ سلطان نہیں تھی۔ قلبِ مومن کو اچنبھا ہوا۔

''یہ سوال میرے لئے ہے یا ڈائریکٹر کے لئے؟'' مومنہ نے موضوع بدلنے کی کوشش کی تھی۔

''آپ کے لئے۔۔۔ ڈائریکٹر کا جواب تو ہم لیتے رہیں گے۔'' ایک دوسرے نیوز رپورٹر نے بڑی دلچسپی سے کہا تھا۔

''کمرشل سینما کرنے والے کا روحانیت پر فلم لکھنا اور بنانا آپ کو مذاق لگتا ہوگا مجھے نہیں۔ اسی لئے میں اس فلم کا حصہ ہوں۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے ایسے موضوعات پر کام ہونے کا رواج پڑنا چاہیے تاکہ دوبارہ کسی کو ایسی فلم کے بنانے کا ارادہ مذاق نہ لگے۔'' سٹوڈیو تالیوں سے گونجا تھا اور قلبِ مومن زمین میں گڑا تھا۔ وہ کیا عورت تھی جو اُس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا ظرف رکھتی تھی اور کیا اعتماد۔

''اس فلم کے لئے کیا معاوضہ لیا آپ نے؟'' اگلے سوال پر پھر سٹوڈیو میں قہقہے گونجے تھے۔ وہ سب کا مشترکہ دلچسپی کا موضوع تھا۔ مومنہ سلطان بھی مسکرا دی تھی۔

''بہت زیادہ۔''

''کروڑوں میں لیا ہوگا۔'' رپورٹر نے کُریدا تھا۔

''اُس سے بھی زیادہ۔'' مومنہ سے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

''ہالی ووڈ میں آپ کا اگلا پروجیکٹ۔۔۔؟'' مومنہ نے بات کاٹ کر کہا۔

''فی الحال صرف الف۔۔۔آج صرف اسی کی بات ہوگی۔''

مومنہ نے اُس رپورٹر کو نرمی سے ٹوک دیا تھا۔ اُس کے بعد ہونے والے سوال جواب رسمی تھے۔ وہاں انٹرنیشنل نیوز ہاؤسز کے لئے کوریج کرنے والے مقامی صحافی بھی تھے۔ جو وہاں سے سوشل میڈیا کے لئے بھی لائیو کوریج کر رہے تھے۔

الف مومنہ سلطان کی وجہ سے اگلے کچھ گھنٹوں میں ملکی اور بین الاقوامی طور پر خبروں کا مرکز بننے والی تھی۔ قلبِ مومن یک دم ہی جیسے پس منظر میں چلا گیا تھا۔ الف صرف مومنہ سلطان کی وجہ سے جانی اور پہچانی جا رہی تھی اور قلبِ مومن کو بُرا نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب بات شاید یہ تھی۔

''آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اُسے ایک گھنٹہ کے بعد رُخصت کرنے کے لئے گاڑی تک گیا تھا اور اُس نے مومنہ سلطان سے کہا۔

''کس چیز کے لئے؟'' وہ گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے رُکی۔

''بہت ساری چیزیں ہیں۔ مگر یہ شکریہ آج کی پریس کانفرنس میں مجھے defend کرنے کے لئے ہے۔''

''میں نے آپ کو defend نہیں کیا الف کو کیا ہے اس لئے آپ کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا حافظ۔'' وہ کہہ کر رُکے بغیر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

قلبِ مومن اُسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔ اُسے آج اُس کا یہ جملہ بھی بُرا نہیں لگا تھا کیونکہ اُس کے دل میں مومنہ سلطان کے لئے کوئی بدگمانی نہیں آئی تھی۔

......☆......

دیوار کے ساتھ ٹکی اُن پینٹنگز کو سلطان نے باری باری کر کے دیکھا تھا اور اس خطاطی پر نظر پڑتے ہی اُسے عبد العلی یاد آیا تھا اور طٰہٰ۔ اُس نے خطاطی پر خطاط کا نام ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔ عبد العلی کے نام نے اُسے ساکت کر دیا تھا۔

قدموں کی چاپ پر اُس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ مومنہ تھی جو لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر آئی

تھی۔ سلطان اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر سلطان نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔

''عبدالعلی کی پینٹنگز ہیں؟''

''اور آپ جانتے ہیں عبدالعلی کون ہیں۔'' مومنہ نے سر ہلاتے ہوئے اُس سے کہا تھا۔

''قلبِ مومن سے لی ہیں تم نے؟'' اُس نے مومنہ کی بات کے جواب میں جیسے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں۔۔۔ ابا فلم سائن کر لی ہے میں نے۔ اُس کی سکرپٹ بھی مل گیا ہے پورا لیکن پڑھنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ آج میں مومن سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا میں نے کہ کبھی میں بھی مومن کی مجرم ہو سکتی ہوں۔'' مومنہ کی آواز میں بے چارگی تھی اور سلطان نے اُسے پلٹ کر دیکھا تھا یوں جیسے اُسے مومنہ کے لفظوں نے ہلا دیا ہو۔

''ابا میں میں آپ کو سب کچھ معاف کرتی ہوں جو بھی آپ نے کیا۔ لیکن میرا اتنا حق ہے کہ آپ مجھے حقیقت بتائیں۔ آپ کا اور حسنِ جہاں کا کیا تعلق تھا۔ کیا آپ کی وجہ سے گھر ٹوٹا تھا اُس کا؟'' مومنہ کی آواز بھرا گئی تھی۔

''حسنِ جہاں اور میری بدقسمتی ایک ہی تھی۔ اُسے مومن نے غلط سمجھا۔ مجھے تم غلط سمجھ رہی ہو۔'' سلطان نے رنجیدگی سے کہا۔ مومنہ نے آگے بڑھتے ہوئے لاؤنج کی میز پر پڑا اسکرپٹ کا لفافہ اُٹھا کر سلطان کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں سمجھ رہی ابا۔۔۔ یہ کاغذ سمجھ رہے ہیں۔ اس پر لکھی ہوئی قلبِ مومن کی تحریر judge کر رہی ہے آپ کو۔'' سلطان اس کی بات پر ہنس پڑا تھا۔

''مومن کے ہاتھ کی تحریر ہے یہ۔۔۔ قلبِ مومن کی۔۔۔ وہ بیٹا ہے اُس کا۔۔۔ وہ ہی تو judge کر سکتا ہے حسنِ جہاں کو۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

''صرف قلبِ مومن ہی لکھ سکتا ہے یہ سب۔۔۔ اس کے اور اللہ کے سوا کوئی اور نہیں تھا یہ جاننے والا کہ میں حسنِ جہاں کے بلانے پر ترکی گیا تھا۔'' وہ بڑبڑایا تھا یوں جیسے ماضی میں کچھ دیکھ رہا ہو۔

ایک راز وہ تھا جو قلبِ مومن نے سنبھال رکھا تھا۔ ایک راز وہ تھا جو سلطان کے پاس تھا اور ایک چیز سچ تھا جو کس کے پاس تھا یہ مومنہ جاننا چاہتی تھی۔ انٹرول کے بعد والے حصے کو پڑھنے سے پہلے۔ اپنے باپ کو مجرم مان لینے سے پہلے۔

سلطان اب صوفہ پر بیٹھا جیسے خاموشی کا کوئی چلہ کاٹنے لگا تھا۔ ایک بار پھر اُسے اپنے ناخنوں

سے دل کے سارے زخموں کے کھرنڈ کھرچنا تھے۔خود کولہولہان کرنا تھا۔۔۔اس بار حسنِ جہاں کی طرح مومنہ سلطان کے سامنے۔

......☆......

کتنے سال بعد وہ حسنِ جہاں کو دیکھ رہا تھا کوئی اُس سے کہتا تو وہ دن تک گن کر بتا دیتا۔

اُس کے سامنے وہ یوں آ کر کھڑا ہوا تھا جیسے کوئی ملکہ کے دربار میں آ کھڑا ہوا ہو۔

''تم کیوں کھڑے ہو ابھی تک بیٹھ جاؤ۔''حسنِ جہاں لپک کر اُس کی طرف آئی تھی۔ بے اختیار اُس کے گلے لگی تھی اور لگی ہی رہی تھی۔اتنے سالوں بعد''دیس'' سے کوئی''اپنا'' آیا تھا اور جو آیا تھا وہ مرہم کی طرح آیا تھا۔سلطان تو اُس کے اپنے ساتھ لپٹنے پر اُس کو ٹھیک سے گلے بھی نہیں لگا سکا۔اُس نے کہاں سوچا تھا حسنِ جہاں کو زندگی میں دوبارہ کبھی دیکھ پانے کا معجزہ ہو جائے گا اور اب وہ اُسے بیٹھنے کا کہہ رہی تھی اور سلطان جیسے اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا۔

''یہ قلبِ مومن ہے میرا بیٹا۔'' اُس نے ایک خوبصورت بچے کو اُس کی طرف بڑھایا تھا۔نہ وہ بچہ آگے آیا تھا نہ سلطان آگے بڑھا تھا۔

''تم باہر جا کر کھیلو۔''حسنِ جہاں نے اُس بچے کو بیرونی دروازے سے باہر نکال دیا تھا۔

''مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔''سلطان نے بالآخر اُس سے کہا تھا۔

''کیوں؟'' وہ حیرت زدہ ہوئی۔

''وہ گھر جو آپ چھوڑ کر آئی تھیں اور یہ۔۔۔''سلطان سے خود اپنی بات پوری نہیں ہو سکی تھی۔

''سلطان اب بس۔۔۔ ماضی میں کیا تھا اور میں کہاں سے آئی ہوں۔ میں سوچنا چھوڑ چکی ہوں۔''اُس نے سلطان کو آگے کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔۔۔کھڑے رہو گے تو تھک جاؤ گے۔''اُس نے ایک کرسی کھینچ کر اُس کے سامنے رکھی تھی۔ دوسری پر خود بیٹھ گئی تھی۔ وہ بھی بیٹھ گیا تھا۔سالوں بعد سامنا ہوا تھا اور سامنا ہوا تھا تو وہ غمزہ ہو رہا تھا۔اُس کا چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔لباس معمولی اور ہاتھ۔۔۔

سلطان رہ نہیں سکا اُس نے بیٹھے بیٹھے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' وہ چونکی تھی۔

''ہاتھ دیکھے ہیں آپ نے اپنے؟ اتنی خراشیں، اتنے زخم۔''سلطان کی آواز بھر آئی تھی۔ وہ ان ہاتھوں پر پتہ نہیں کون کون سی کریمیں بنا کر مساج کیا کرتا تھا۔نیل پالش سے ناخن رنگتا تھا۔اُس کی

انگلیوں میں انگوٹھیاں سجاتا تھا۔انہیں شوکیس میں رکھ دینے والی چیز بنا دیتا تھا۔

’’برتن دھوتے دھوتے ایسے ہوگئے۔سردیوں میں کبھی پانی نہ ہوتو۔۔۔اور گھر کا کام تو کرنا ہوتا ہے یہاں کوئی ملازم نہیں ہے۔‘‘ وہ ہنستے ہوئے یوں کہہ رہی تھی جیسے یہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔اُس نے ہاتھ چھڑا لیا تھا۔

’’اپنا خیال نہیں رکھا آپ نے جیسے میں رکھتا تھا۔‘‘ سلطان نے گلہ کیا۔

’’تم حسنِ جہاں کا خیال رکھتے تھے میں تو ایک بیوی ہوں۔ایک ماں ہوں۔صرف دوسروں کے لئے جیتی ہوں۔اب حسنِ جہاں تھوڑی ہوں۔‘‘ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اُس نے عجیب انداز میں مسکرا کر کہا تھا۔

’’گھاٹے کا سودا کیا تھا آپ نے۔‘‘ اُس نے بے اختیار کہا تھا۔

’’باقی ہر خیال آتا ہے۔بس یہ خیال نہیں آتا کہ یہ گھاٹا ہے۔۔۔قلبِ مومن ہے میری زندگی میں۔‘‘ سلطان کو عجیب حسد ہوا تھا اُس لمحے قلبِ مومن آخر کیوں آ گیا تھا حسنِ جہاں کی زندگی میں۔

’’سب کیسے ہیں؟‘‘ وہ پوچھ رہی تھی۔

’’سب ٹھیک ہیں۔‘‘ سلطان نے کہا۔

’’مجھے یاد کرتا ہے کوئی؟‘‘ اُس کے انداز میں عجیب حسرت تھی۔

’’ہر ایک۔۔۔سینما جانے والے تماشائی فلموں پر تبصرے کرنیوالے،فلم پروڈیوسرز،ایکٹرز سب۔۔۔‘‘ سلطان نے بے ساختہ کہا یوں جیسے اُسے بہلانا چاہتا تھا۔

’’میں اپنے گھر والوں کی بات کر رہی ہوں۔‘‘ حسنِ جہاں نے ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد کہا۔

’’شاید نہیں۔۔۔میں اب نہیں ملتا اُن سے۔۔۔مجھے کیوں بلوایا آپ نے؟‘‘ سلطان کو کہتے کہتے خیال آیا۔

’’بس تم ہی ہو زندگی میں جس کا خیال مشکل وقت میں آتا ہے۔باقی سب اچھے وقتوں میں یاد آتے ہیں۔اور یہ بھی یقین ہے کہ مشکل وقت میں آواز دوں گی تو تم آ جاؤ گے۔‘‘ اُس کی آنکھوں میں جو چراغوں جیسی روشنی تھی اُس نے سلطان کے وجود کو لو بنا دیا تھا۔

’’میں آ گیا ہوں۔۔۔آپ واپس چلنا چاہتی ہیں؟‘‘ ایک عجیب سی آس کے ساتھ اُس نے حسنِ جہاں سے پوچھا۔وہ مسکرائی۔

’’نہیں۔۔۔طٰہٰ کو نہیں چھوڑ سکتی میں۔۔۔یہ مشکل وقت ہے گزر جائے گا۔میں اُسے مشکل

وقت میں چھوڑوں گی تو وہ مر جائے گا۔'' وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی اور اتنے سالوں بعد بھی سلطان کو طٰہ پر عجیب غصہ آیا۔

''اور سلطان۔۔۔آپ نے سلطان کا کبھی سوچا ہی نہیں۔۔۔وہ زندہ رہے چاہے مر جائے۔'' اُس نے شکوہ کیا تھا۔

''نہیں سلطان۔۔۔تم دوست ہو میرے یہ رشتہ انمول ہے۔اس سے آگے کچھ اور نہیں۔''

سلطان اُسے دیکھتا رہا۔اُس نے ''اظہار'' بھی نہیں سنا تھا کوئی اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا تھا۔

''ثریا کیسی ہے؟'' بات بجلی کی رفتار سے بدلی تھی اُس نے۔

''آپ کے علاوہ کسی اور کے حال کی خبر نہیں رکھتا میں۔'' سلطان نے بے نیازی سے کہا۔

''وہ پیار کرتی ہے تم سے۔۔۔تم قدر نہیں کرتے۔'' حسنِ جہاں نے جیسے اُسے ٹوکا تھا جھڑکا تھا۔

''میں آپ سے پیار کرتا تھا۔۔۔آپ نے بھی تو نہیں کی۔''

کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔وہ سٹیج پر بیٹھے دو ایکٹرز کی طرح دم سادھے ایک دوسرے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

''دل اور نصیب اپنی مرضی کرتے ہیں۔عقل کی چابی سے دونوں نہیں کھلتے۔''

مدھم آواز میں سر جھکائے نظریں چراتے وہ کہہ رہی تھی۔

''میرا دل طٰہ کے پاس ہے، ہنس بن گیا ہے جھیل کا۔۔۔پانی سوکھے گا تو اس کے ساتھ مر جائے گا۔جگہ نہیں بدلے گا۔'' خاموشی پھر چھائی تھی اور اس بار سلطان نے توڑی تھی۔

''موسمی پرندہ تو سلطان بھی نہیں ہے۔'' حسنِ جہاں کی آنکھوں کی بدلیوں میں پانی اُمڈا تھا۔

''اسی لئے تو بلایا ہے۔۔۔یہ ساری تصویریں لے جاؤ اور بیچ دو۔۔۔میں یہاں نہیں بیچ سکتی کیونکہ یہاں کوئی مجھے جانتا ہی نہیں ہے۔''

اس نے پہلا جملہ کہا تھا اور اپنے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کے سامنے میز پر سے رول کی ہوئی کچھ تصویریں اٹھا کر اس کی گود میں رکھ دی۔

سلطان نے حیرانی کے عالم میں ایک تصویر کو کھول کر دیکھا تھا اور فریز ہو گیا تھا۔وہ وہی تصویر تھی جو طٰہ نے ایک رات میں بنا کر حسنِ جہاں کو مجھ سے چھین لیا تھا۔

''یہ تو طٰہ کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔۔۔ایک رات میں بنائے ہوئے شاہکار۔۔۔حسنِ جہاں یہی سب تو دیکھ کر دل ہارا تھا آپ نے طٰہ پر۔'' سلطان نے بے یقینی کے عالم میں اس سے کہا تھا۔وہ

بے اختیار ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی۔ بدلیاں اب پانی برسانے لگی تھیں۔

''دل تو کسی اور رستے کے پیچھے گیا تھا۔۔۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔'' اس نے کہا تھا۔

''طٰہٰ سے پوچھ لیا آپ نے؟'' سلطان نے کہا۔

''نہیں اسے بتا دوں گی۔۔۔ مومن کو نئے کپڑے چاہیے۔۔۔ کھلونے چاہیے۔۔۔ اچھی تعلیم چاہیے۔۔۔ اچھا کھانا چاہیے۔۔۔ میں گھر کی دیواروں پر پیار کی یادگاریں سجا کر نہیں بیٹھ سکتی۔۔۔ تم یہ سب بیچ دو۔۔۔ اتنے پیسے آ جائے کہ میں کچھ سال مومن کی اچھی پرورش کر سکوں۔ پھر تب تک طٰہٰ کچھ نہ کچھ کرنے لگے گا۔'' وہ اب آنسوؤں کو رگڑ رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔

''تم نے کہا تھا نا لوگ مجھے نہیں بھولے۔۔۔ وہ یہ خرید لیں گے نا؟'' اس نے عجیب آس کے ساتھ سلطان سے پوچھا تھا۔

''منہ مانگے داموں پر خرید لیں گے وہ۔ یہ شاہکار ہیں۔۔۔ شاہکار کو لینے سے کون انکار کرے گا؟'' سلطان نے بے اختیار کہا تھا۔ حسنِ جہاں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی چہرہ چمکنے لگا۔ سلطان کا دل جیسے خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔ وہ اس کے آنسو روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

''بس تم جاؤ اب۔۔۔ طٰہٰ آتا ہو گا۔۔۔ میں نہیں چاہتی اس کو کچھ پتا چلے۔'' اس نے یک دم دیوار پر لگی گھڑی دیکھ کر سلطان سے کہا تھا۔ سلطان بے اختیار کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ آج بھی اس کے ہاتھ میں چابی والے کھلونے کی طرح تھا۔ تصویروں کو اس نے بیگ میں ڈال کر اٹھا لیا تھا جن سے اس نے نکالی تھیں۔

''سلطان۔'' سلطان نے بے اختیار حسنِ جہاں کو دیکھا۔ وہ ہمیشہ ویسے ہی پکارتی تھی اُسے۔ کوئل کی طرح۔ اُس کے نام کو خوبصورت کر دیتی تھی۔ وہ واقعی نام کا سلطان بن جاتا تھا۔

''اس بار جا کر ثریا سے شادی کر لینا...... تم اُس کا نصیب ہو۔'' وہ اُسے دیکھتا رہا۔ وہ بغیر پوچھے جانتی تھی وہ اتنے سال بعد بھی اکیلا تھا۔ اگلے کئی سال ابھی اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ انتظار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اُس کا انتظار ختم کر رہی تھی۔

''میں پاکستان سے ترکی آ گیا آپ کے لئے۔۔۔ آپ نے چائے کا ایک کپ تک نہیں پلایا۔'' اُس نے جواب دینے کی بجائے ہنس کر بات بدلی تھی۔

''چائے کے لئے ایک کپ دودھ ہے اُس سے چائے بنے گی تو پھر مومن رات کو کیا پیئے گا۔۔۔ دودھ پیئے بغیر نیند نہیں آتی اُسے۔'' سلطان اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ حسنِ جہاں نہیں تھی وہ بس ماں ہو کر رہ گئی تھی اور ''ماں'' کو سلطان کہاں نظر آتا۔

''چلتا ہوں۔۔۔آپ کو رقم ہنڈی کر دوں گا جلدی۔'' نظریں چرا کر اُس نے حسنِ جہاں سے کہا تھا۔ وہ اُسے جاتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دیکھتا تو اس سے جایا نہ جاتا۔

......☆......

''ان کا کیا کروں میں سلطان بھائی؟'' اُس نے مشہور فلم پروڈیوسر سے حسنِ جہاں کی اُن تصویروں کو دیکھتے ہی جیسے کچھ حیرانی کے عالم میں سلطان سے کہا تھا۔ سلطان پاکستان واپس آتے ہی اُن تصویروں کو سب سے پہلے اُسی پروڈیوسر کے پاس لے کر آیا تھا جس نے حسنِ جہاں کو پہلی بریک دی تھی۔

''محمود بھائی۔۔۔حسنِ جہاں کی تصویریں ہیں۔ ترکی کے سب سے بڑے Painter نے بنائی ہیں۔ شاہکار ہیں یہ۔ سٹوڈیو میں خرید کر لگوائیں۔ آپ کی کتنی ہٹ فلموں کی ہیروئن تھی وہ۔'' سلطان سے جو بن پڑ رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان بھائی اتنے سال پرانی بات ہے وہ۔۔۔میں نے تو بڑی مشکل سے پہچانا ہے حسنِ جہاں کو۔ یہاں سٹوڈیو میں ہیروئنوں کی گرما گرم تصویریں دیواروں پر لگیں تو لوگ رُکتے ہیں۔ یہ پورے کپڑوں میں مدھوبالا جتنے کپڑے پہن کر ڈانس کرنے والی تصویروں کو دیکھنے کے لئے کون رُکے گا۔ آئٹم نمبر والی عورتیں یاد رہتی ہیں اب لوگوں کو۔۔۔آپ کس حسنِ جہاں کو لے آئے ہیں۔''

اُس پروڈیوسر کے لہجے میں تضحیک نہیں حقیقت تھی جو اُس نے کسی لگی لپٹی کے بغیر سلطان کو دکھا دی تھی اور سلطان گنگ کھڑا رہ گیا تھا۔ کوئی حسنِ جہاں کے بارے میں یہ سب کیسے کہہ سکتا تھا۔ اُسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔ غصے سے اُس کا خون کھولنے لگا تھا۔ ایک لفظ بھی کہے بغیر وہ محمود بھائی سے اُن تصویروں کو اُٹھا کر لے آیا تھا۔ وہ سیٹھ تھے۔۔۔سیٹھ آرٹ کی قدر کیا جانتا۔ اُس نے دل ہی دل میں اُس پروڈیوسر کا مذاق اڑاتے ہوئے سوچا تھا۔

فلم انڈسٹری کا کوئی سٹوڈیو، کوئی آرٹ گیلری ایسی نہیں تھی جس کی خاک اگلے چند ہفتوں میں سلطان نے چھان نہیں ماری تھی۔ اُن تصویروں کو بکوانے کے لئے وہ اُس ایک ایک پروڈیوسر کے پاس بھی گیا تھا جن کے ساتھ حسنِ جہاں نے کبھی کام کیا تھا۔

طٰہٰ عبدالعلی کے وہ شاہکار جو حسنِ جہاں کا دل لے گئے تھے وہ بازار میں کوئی کچھ داموں میں خریدنے پر بھی تیار نہ تھا۔ وہ انڈسٹری میں ہوتی تو ان ہی تصویروں کو خریدنے کے لئے کئی خریدار آتے جو صرف حسنِ جہاں کو خوش کرنے کے لئے انہیں منہ مانگے داموں خرید لیتے۔ مگر حسنِ جہاں اب کسی کی ضرورت تھی نہ خواہش، نہ وہ باکس آفس کی ملکہ تھی نہ لوگوں کے دلوں کی رانی۔۔۔وہ گزرا ہوا ماضی تھی۔

گزرا ہوا ماضی خرید کر حال کون بناتا ہے۔ یہ سلطان کو کون سمجھاتا۔

وہ پروڈیوسروں اور آرٹ گیلریز سے تھک کر شہر کی سب سے مشہور اینٹیک شاپ پر اُن تصویروں کو لے گیا تھا۔ جہاں سے سٹوڈیوز والے اکثر فلموں کے سیٹس کے لئے سامان کرائے پر لیا کرتے تھے۔

''واہ واہ کیا کام ہے۔ کیا تصویریں ہیں۔ لازوال کردیا حسنِ جہاں کے حسن کو۔۔۔ضرور خریدوں گا میں انہیں۔'' اُس دکان کا مالک اُن تصویروں پر پہلی نظر ڈالتے ہی پھڑک اُٹھا تھا اور سلطان کا چہرہ بے اختیار چمکا تھا۔

''مجھے اگر پتہ ہوتا تو میں اتنی جگہوں پر دھکے نہ کھاتا انہیں دکھا دکھا کر۔۔۔سیدھا آپ کے پاس آتا۔ دُنیا کو قدر ہی نہیں ہے آرٹ اور آرٹسٹ کی۔'' سلطان نے چائے کے اُس کپ سے چسکی لیتے ہوئے کہا جو اُس دکاندار نے اُس کے لئے منگوائی تھی۔

''سولہ آنے سچ کہا سلطان بھائی۔۔۔قدردانی اس قوم کے خمیر اور ضمیر دونوں میں نہیں ہے۔ سلطان نے اُس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے پوچھتے ہیں کون حسنِ جہاں۔۔۔؟ چھے سالوں میں بھلا دیا۔۔۔کوئی چھے سو سال تو نہیں گزرے کہ یہ سوال کرتے۔'' سلطان کو اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے کوئی سامع مل گیا تھا۔

''افسوس صد افسوس۔'' دکاندار نے بھی چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''چیک دیں گے آپ۔۔۔'' سلطان نے چائے کا آخری سپ لیتے ہوئے کپ رکھا اور پوچھا۔

''نہیں نہیں سلطان بھائی چیک کیوں کیش دوں گا میں آپ کو۔'' دکاندار نے بھی اپنا کپ رکھ دیا تھا۔

''اتنی بڑی رقم کیش میں کیسے لے کر جاؤں گا لیکن چلیں لے جاتا ہوں میں کیش ہی۔'' سلطان متامل ہوا لیکن پھر ساتھ ہی اُس نے آمادگی ظاہر کی۔

''زیادہ تو دینی ہی ہے۔ میری پسندیدہ ہیروئن اور ڈانسر کی تصویریں ہیں۔'' دکاندار نے خوش دلی سے ہنستے ہوئے جیب سے بٹوہ نکال کر کچھ نوٹ نکالتے ہوئے سلطان کی طرف بڑھا دیئے۔ سلطان کو جھٹکا لگا۔

''یہ کیا ہے؟'' دکاندار سمجھ نہیں پایا اور ہنسا۔

''یہ نذرانہ عقیدت ہے۔''

''دو ہزار روپے ان سب تصویروں کے لئے؟'' سلطان نے اُن نوٹوں کو ہاتھ میں پکڑ کر گنتے ہوئے کہا تھا۔

''دو ہزار بہت بڑی رقم ہے سلطان بھائی۔۔۔ گھر کی دیواروں پر کون لگاتا ہے اب یہ تصویریں حسنِ جہاں کی۔۔۔ یہ تو بس قدر دانی ہے کہ میں خرید رہا ہوں یہ سب۔ ورنہ وہ دیکھیں میڈم نور جہاں کی پہلی فلم میں اُن کی تصویریں، وہ نرگس کی، وہ مدھو بالا کی۔۔۔ دیمک لگ گئی ہے سب کو یہیں دیواروں پر ٹنگے۔۔۔ کوئی نہیں خریدتا۔''

اُس دکاندار نے ہاتھ کے اشارے سے اپنی دکان کی دیواروں پر لٹکی ہوئی اُن تصویروں کی طرف جیسے اُس کی توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہا تھا۔ سلطان کو جیسے اداکاروں کا ماضی، حال، مستقبل ایک فریم میں دکھا دیا تھا۔ سلطان بُت بنا اُسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ حسنِ جہاں کی اُن تصویروں کو ان دیواروں پر لٹکے دیمک لگنے تو نہیں دے سکتا تھا۔ وہ نور جہاں، نرگس، مدھو بالا نہیں تھی۔ وہ حسنِ جہاں تھی۔

......☆......

وہ گھر سلطان کی زندگی کا حسنِ جہاں کے بعد واحد اثاثہ تھا جو اُس نے ستر ہزار روپیہ کا بیچ کر پیسہ حسنِ جہاں کو بھیج دیا تھا۔ اس کے علاوہ اُس کے پاس کوئی اور چیز نہیں تھی جسے وہ حسنِ جہاں کے لئے بیچ سکتا۔ اُس نے اُس سے خط میں جھوٹ بولا تھا کہ وہ رقم اُس کی تصویریں بیچ کر حاصل ہوئی تھی۔ وہ حسنِ جہاں کو احسان مند کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کا احسان مند رہنا چاہتا تھا۔

اُس کی رقم حسنِ جہاں کو مل گئی تھی مگر اُس کے خط کا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

کئی سال اُن کا کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ اُس نے ثریا سے شادی کر لی تھی۔ حسنِ جہاں کو اُس کی اطلاع بھی دی تھی۔ مومنہ کی پیدائش کی خبر بھی دی تھی اور فلم انڈسٹری میں اب کام نہ ملنے کی شکایت بھی اُسے لکھ بھیجی تھی۔ اُس کے کسی خط کا جواب نہیں آیا تھا۔ سلطان ہر سال چھے ماہ بعد کرائے کا گھر بدلنے پر اُسے نیا پتہ بڑی آس سے بھیجتا تھا۔ یوں جیسے اُس سے بچھڑ جانے سے ڈر ہو۔ وہ پاکستان نہیں ترکی تھا ایک بار دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے تو پھر کیسے ڈھونڈتے۔ وہ پاکستان آ نہیں سکتی تھی۔ وہ اب ترکی جا نہیں سکتا تھا۔ خط واحد رابطہ تھا دونوں کے درمیان اور اُن خطوں کو لکھتے بھیجتے اور اُن کے جواب کا انتظار کرتے سلطان نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن وہ دوبارہ اُس کے سامنے آ بیٹھے گی۔

اُسے اُس کے آنے کی خبر ملی تھی تو وہ دوڑا ہوا ممتاز بیگم کے گھر گیا تھا اور وہ حسنِ جہاں کو دیکھ کر

دھک سے رہ گیا تھا۔ ہڈیوں کا وہ ڈھانچہ سیاہ حلقوں میں خالی آنکھیں لئے اُس کو دیکھتا رہا تھا۔ اُن خالی آنکھوں نے سلطان کی پہچان نہیں کھوئی تھی۔

''کس غم نے یہ حال کیا ہے آپ کا حسنِ جہاں۔۔۔ میں تو۔۔۔۔۔۔۔ میں تو۔۔۔ ایسے چھوڑ کے نہیں آیا تھا آپ کو۔'' سلطان اُسے دیکھ کر بے اختیار رو پڑا تھا۔

''طٰہٰ کے غم نے اُس نے ایک غلطی معاف نہیں کی۔۔۔ میری پہلی اور آخری غلطی۔''

وہ اُس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی یوں جیسے کوئی پرانی سکھی سہیلی کے گلے لگ کر روتا ہے۔



''سلطان آیا تھا؟''

طٰہٰ سلطان کے گھر سے جانے کے کچھ ہی منٹوں بعد بے حد غضب ناک انداز میں گھر میں داخل ہوا تھا۔ اور حسنِ جہاں گنگ ہو گئی تھی۔ وہ جو راز رکھنا چاہتی تھی وہ منٹوں بھی چھپا نہیں رہا تھا۔ وہ یقیناً قلبِ مومن تھا جس نے باپ کو سلطان کے بارے میں بتایا تھا۔ حسنِ جہاں کو لمحہ بھی نہیں لگا تھا یہ بوجھ لینے میں۔

''میں نے بلایا تھا اُسے۔'' حسنِ جہاں نے اُس سے نظریں چرائی تھیں۔

''صرف ملنے کے لئے اتنے سالوں سے ہم نہیں ملے تو وہ ترکی آیا تھا مجھ سے ملنے۔'' طٰہٰ نے یک دم اُس کی بات کاٹی تھی۔

''تصویریں کہاں ہیں جو یہاں لگی ہوئی تھیں؟'' حسنِ جہاں نے پھیکے پڑتے ہوئے چہرے کے ساتھ اُسے دیکھا۔

''میں نے اُتار کر رکھ دیں۔ ساری دیواریں بھری ہوئی تھیں اور۔۔۔'' طٰہٰ نے اُس کی بات کاٹی۔

''سلطان تصویریں لینے آیا تھا؟'' اُس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔ حسنِ جہاں بے بسی سے کھڑی رہی تھی۔ اُسے اب طٰہٰ سے کیا کہنا تھا وہ یہ سوچ رہی تھی لیکن کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔

''تم نے بیچنے کے لئے دی ہیں نا اُسے؟'' حسنِ جہاں نے اُس کا چہرہ دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔

''ہمیں قلبِ مومن کے لئے پیسہ چاہیے طٰہٰ۔'' اُس نے بے حد نرم آواز میں اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے جیسے اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی۔ طٰہٰ نے اُس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اُسے پرے دھکیلا۔

''وہ میرے پیار کی یادگار تھی۔۔۔تم کو Paint کیا تھا اپنے لئے۔۔۔اُن تصویروں کی وجہ سے بابا کو ناراض کیا۔۔۔اللہ کو ناراض کیا اور تم اُنہیں بازار میں بیچنے کے لئے لے گئی۔۔۔بکنے کے لئے۔۔۔وہ چہرہ۔۔۔وہ جسم جو میں نے تمہارے عشق میں تمہارے لئے بنایا تھا۔۔۔تم نے اُس کو بیچنے کے لئے دے دیا۔'' وہ غضب ناک ہو رہا تھا اور حسنِ جہاں حواس باختہ۔اُس نے طٰہٰ کا ایسا غصہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''قلبِ مومن کو ضرورت تھی۔'' طٰہٰ چلایا تھا۔

''قلبِ مومن کا نام بھی مت لو۔اُس کو ضرورت نہیں تھی۔تم کو ضرورت تھی۔تم نے قدر نہیں کی میری محبت کی حسنِ جہاں۔۔۔اُس محبت کی جس نے مجھے برباد کر دیا۔'' وہ اب اپنے سینے پر گھونسے مار رہا تھا یوں جیسے خود کو مار دینا چاہتا ہو۔حسنِ جہاں نے بے یقینی سے اُس کی بات سنی۔

''میری محبت نے تمہیں برباد کر دیا۔۔۔؟تمہیں کیا کہ مجھے برباد کیا؟ طٰہٰ عبدالعلی میں برباد ہوئی ہوں تمہاری محبت میں۔'' وہ بھی غصے میں اُس پر چلائی تھی۔

''تم آج میری نظروں سے گر گئی۔۔۔اُتار دیا تمہیں اُس مقام سے میں نے جہاں تم تھی۔تم ایک عام سی عورت تھی۔۔۔حسنِ جہاں۔۔۔عام عورت۔'' اُس نے انگلی اُٹھا کر حسنِ جہاں سے کہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں اُس کے لئے کوئی پہچان ہی نہیں تھی اور حسنِ جہاں کے لئے جیسے یہ کافی تھا۔وہ لاوا جو اُس کے اندر تھا۔آج پھٹ پڑا تھا۔

''میں عام عورت ہوں تو تم بھی عام مرد ہو طٰہٰ۔۔۔وہ روحانیت جس کے پیچھے میں آئی تھی وہ تم میں تھی ہی نہیں۔'' اُس کے لفظوں نے طٰہٰ کو جیسے آگ بگولہ کر دیا تھا۔

''تم کھا گئی وہ سب۔۔۔تمہاری مادیت پرستی چاٹ گئی میری روحانیت۔۔۔تمہارا جسم میری روح کو ہڑپ کر گیا۔۔۔تمہارا حسن میری بینائی لے گیا۔۔۔تمہارا ساتھ میرا ہنر لے گیا۔۔۔خالی کر دیا تم نے مجھے۔۔۔کھوکھلا برتن۔۔۔اور اب مجھے ایسا کر کے تم ایک بار پھر خود کو بیچنے نکلی ہو کیونکہ میں۔۔۔ میں یہ گھر نہیں چلا سکتا۔۔۔اپنا بچہ نہیں پال سکتا۔وہ تم پال سکتی ہو کیونکہ تمہارے پاس ابھی حسن اور جوانی ہے۔''

وہ کیا کیا کہتا جا رہا تھا طٰہٰ کو خود بھی اندازہ نہیں تھا۔اور وہ کھڑی سنتی جا رہی تھی۔۔۔بس سنتی جا رہی تھی یوں جیسے وہ عدالت کا کوئی فیصلہ تھا جسے اُس نے صرف سننا تھا۔آنسو اُمڈے تھے۔چہرہ آگ کا شعلہ بنا تھا۔۔۔وجود کوئلہ۔۔۔

''تم نے آج مجھے بے مول کر دیا۔۔۔حسنِ جہاں جو تمہارے لئے دُنیا چھوڑ کر آئی تھی طٰہٰ۔۔۔ تم نے حسنِ جہاں کو کھوٹا سکہ بنا دیا۔۔۔ ہر الزام میرے سر پر۔۔۔تمہاری ہر آزمائش میرا جرم۔۔۔میں کھا گئی تمہاری روحانیت کو۔۔۔میں؟'' وہ روتے ہوئے اُس سے کہہ رہی تھی۔

''میرا حسن، میرا جسم تباہ کر گئے تمہیں۔۔۔اُنہیں تو اُسی دن مار کر دفن کر آئی تھی جس دن تم سے نکاح کیا تھا۔تم نے کیا کہا تھا مجھے؟ تمہیں اللہ کے لئے چنتا ہوں۔۔۔ ساری عمر۔۔۔مرنے تک۔۔۔میں نے تو بے مول بے دام کر کے اپنے آپ کو تمہیں سونپا تھا۔۔۔اور تم نے۔۔۔تم چھوڑ دو اب مجھے۔۔۔اور وہ سب حاصل کر لو جو میرے ساتھ نے تم سے چھینا ہے۔۔۔تم چلے جاؤ اب یہاں سے۔'' وہ پاگلوں کی طرح روتی دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی تھی۔ طٰہٰ نے بے یقینی سے اُسے دیکھا۔

''تم۔۔۔تم مجھے جانے کا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں میں تمہیں جانے کا کہہ رہی ہوں۔۔۔تم چلے جاؤ۔۔۔اپنا ہنر۔۔۔اپنا نام پالو۔۔۔نہ گنواؤ میرے لئے کچھ بھی۔'' اُس نے اُسی طرح روتے ہوئے اُس سے کہا۔

وہ اُسے دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا۔

''غلطی کی تم سے پیار کیا۔''

''میں نے تو گناہ کیا۔''حسنِ جہاں نے اُس کی بات کاٹ دی تھی۔

''اللہ کی محبت تمہارے وسیلے سے پانا چاہی۔۔۔شرک کیا۔۔۔تمہارے لئے مٹی ہوئی تو مٹی ہو گئی۔۔۔ اللہ کے لئے ہوتی وہ میرا ہو جاتا۔۔۔ گناہ کیا طٰہٰ عبد العلی تمہارا بُت پوجا۔۔۔آج توڑ رہی ہوں۔۔۔تم جھوٹے۔۔۔تمہارا پیار جھوٹا۔'' وہ روتے چلاتے ہوئے اُس سے کہتی رہی۔ وہ چلتے ہوئے دروازے کی چوکھٹ میں آ کر کھڑا ہوا۔

''تم نے سب لے کر دھتکارا ہے آج مجھے۔۔۔میری اوقات یاد دلا دی۔۔۔میں جھوٹا۔۔۔ میرا پیار جھوٹا۔۔۔اور وہ جس سے میں نے پیار کیا وہ نہیں۔۔۔؟ تم حسنِ جہاں ہو۔۔۔تم میری دُنیا اور آخرت کھا گئی۔''

اُس نے کہا تھا اور دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ غم کے عالم میں بے حال وہاں کھڑی تھی۔ وہ وہ شخص تھا جس کے پیچھے وہ دُنیا چھوڑ کر آئی تھی اس فریب میں کہ وہ اللہ سے قریب تھا اور وہ اُس سے کہہ رہا تھا وہ اُس کی دنیا اور آخرت دونوں کھا گئی۔

دروازے سے پشت لگائے وہ ہچکیوں سے روتی رہی تھی اور پھر اُسے یک دم خیال آیا تھا۔ طٰہٰ

باہر سے قلبِ مومن کو ساتھ لے گیا تو۔۔۔ وہ لے کر چلا گیا تو وہ کیا کرے گی۔ وہ یک دم روتی ہوئی حواس باختہ قلبِ مومن کا نام پکارتی باہر دوڑی تھی اور باہر برآمدے میں نکلتے ہی وہ رُک گئی تھی۔

قلبِ مومن برآمدے کی سیڑھیوں پر اُس کی طرف پشت کئے بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے پاس بہت سارے لفافے تھے جو سیڑھیوں پر اُس کے برابر رکھے ہوئے تھے اور وہ ایک لفافے میں سے کچھ نکال نکال کر کھا رہا تھا۔ ماں کی آواز پر اُس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ پھر بڑی خوشی کے ساتھ اُس نے اپنی گود میں رکھے سفید گلابوں کا ایک چھوٹا بکے اُس کی طرف بڑھایا۔

''ممی بابا یہ ساری چیزیں لائے ہیں ڈھیر ساری۔۔۔ اور یہ پھول آپ کے لئے۔'' حسنِ جہاں پتھر کا بُت بن گئی تھی۔ طٰہٰ صبح دوسرے شہر کام کے لئے گیا تھا اور شاید اُسے کام مل گیا تھا۔

''بابا کہاں چلے گئے ہیں؟'' مومن نے اب اُس سے پوچھا تھا۔ وہ اُسی طرح ننگے پاؤں سیڑھیوں سے اُتر کر باہر سڑک پر گئی تھی۔ وہ راستہ دور تک سنسان تھا۔ جانے والا جا چکا تھا۔

''جب جب مجھے تم پر پیار آئے گا میں تمہارے لئے سفید گلاب لایا کروں گا'' طٰہٰ نے ایک بار اُس سے کہا تھا اور وہ آج بھی کام ملنے پر اُس کے لئے چیزوں کے ڈھیر کے ساتھ سفید گلاب لایا تھا۔

پیار کا سب سے بڑا مسئلہ خود پیار ہے۔۔۔ زبان سے کچھ کہتا ہے۔ دل میں کچھ رکھتا ہے، چاہتا کچھ ہے، کرتا کچھ ہے۔

وہاں کھڑے سفید گلاب پکڑے حسنِ جہاں روتی چلی گئی تھی۔ ان سارے لفظوں کے ملال میں جو وہ کہہ بیٹھی تھی۔ اُن تصویروں کے ملال میں جو وہ دے بیٹھی تھی۔۔۔ لیکن اُسے یقین تھا وہ پلٹے گا۔۔۔ آئے گا۔۔۔ وہ طٰہٰ عبدالعلی اُس کے بغیر جی نہیں سکتا تھا۔ وہ ٹھیک سوچتی تھی۔ وہ اُس کے بغیر جیا ہی نہیں تھا۔ جیتا تو پلٹ آتا۔



......☆......

وہ اُس کے ساتھ لپٹ کر رو رہی تھی۔ یوں جیسے طٰہٰ کی موت کے بعد پہلی بار رو رہی ہو۔ سلطان اُسے ساتھ لگائے ساکت بیٹھا تھا۔ اُس کے پاس جیسے اُسے تسلی اور دلاسہ دینے کے لئے بھی لفظ نہیں تھے۔

''روک لیتیں۔۔۔ نہ جانے دیتیں اُسے۔'' اُس نے بڑی دیر بعد اُس سے کہا تھا۔

''دل نے کہا تھا، روک لو۔۔۔ انا نے کہا جانے دو۔۔۔ انا دل کے سامنے آجائے تو دل کا ہر رشتہ ختم کر کے دم لیتی ہے۔۔۔ دل سے کہتی ہے میں اکیلی جیتی ہوں تم بھی جی لو'' وہ روتی ہنستی کہتی

جارہی تھی۔ یوں جیسے خود کو کوسنا چاہتی ہو۔ ملامت کرنا چاہتی ہو۔ یوں جیسے کوئی دوسرا یہ کام کر کے اُس کی مشکل آسان کر دے۔ یہ کام کوئی بھی کر لیتا پر سلطان نہیں کر سکتا تھا۔

''ایک بار پھر عروج آئے گا آپ پر حسنِ جہاں جی۔۔۔ سلطان لائے گا دوبارہ اُس عروج کو۔'' سلطان نے جیسے اُس کو تسلی دی تھی۔ گرتی ہوئی عمارت کو اپنے کندھے سے سہارا دے کر اور سہارا دیتے ہوئے اُسے احساس ہوا تھا وہ ریت کی دیوار تھی۔۔۔ ڈھے چکی تھی اپنے اندر ہی۔۔۔ سلطان پھر بھی اُسے ڈھے جانے نہ دینے پر تلا ہوا تھا۔

☆

''شکل دیکھی ہے تو نے اُس کی۔۔۔ کون دے گا اس کو کام؟''

حسنِ جہاں کی ماں ممتاز بیگم نے بے حد ملامتی انداز میں حسنِ جہاں کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے سلطان سے کہا تھا۔ سلطان حسنِ جہاں کو اُس کے پاس لئے بیٹھا تھا۔ کام کی تلاش شروع کر دینے کے لئے۔

''ٹھیک ہو جائے گا سب کچھ آپا ممتاز۔۔۔ ابھی میک اپ نہیں کیا نا تو اس لئے ایسا ہے جب میک اپ ہو گا تو پھر دیکھنا حسنِ جہاں کو۔'' سلطان نے بُت بنی حسنِ جہاں پر جیسے پردہ ڈالتے ہوئے ممتاز سے کہا تھا۔

''میرے کلیجے پر ہاتھ پڑتا ہے جب اسے دیکھتی ہوں۔ ارے کس طرح جان ماری تھی تجھ پر دن رات کہ تو ہیروئن بنے گی راج کرے گی اور تو ماں کو بڑھاپے میں دھوکہ دے گئی۔ تجھے تو میری آہ لگی ہے حسنِ جہاں۔'' ممتاز نے سینے پر دوہتڑ مارتے ہوئے دونوں ہاتھ اُٹھا کر حسنِ جہاں کو کوسا تھا۔ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ گردن جھکائے بیٹھی رہی تھی۔

''اب معاف بھی کر دیں نا آپا ممتاز۔'' سلطان نے حسنِ جہاں کی حمایت کی تھی۔

''چل بکواس بند کر۔۔۔ بڑا آیا اس کا حمایتی سنپولیا۔۔۔ جانتی نہیں تجھے کیا؟'' آپا ممتاز نے اُسے بھی جھڑک دیا تھا۔

''چھے ہٹ فلمیں دی ہیں نوریہ نے تیرے جانے کے بعد۔۔۔ پروڈیوسرز یوں سر پر اٹھا کر پھرتے ہیں اُس کی ماں زیبا کو اور ممتاز۔۔۔ ممتاز کو کوئی پانی تک نہیں پوچھتا اب۔'' ممتاز کا غم الگ تھا۔

''اب آ گئی ہے نا حسنِ جہاں۔۔۔ اب نوریہ کا راج ختم۔۔۔ آپ دیکھنا آپا ممتاز۔۔۔ یہی پروڈیوسرز آپ کو جھک جھک کر سلام کریں گے۔'' سلطان نے جیسے اُسے سبز باغ دکھانے کی کوشش کی تھی۔

''لاکھوں کا قرضہ چڑھا ہوا ہے۔ گھر گروی ہے۔ پلاٹ بک گئے۔ اکاؤنٹ خالی ہے۔ زیور کپڑا کچھ نہیں۔۔۔ تیرے بھائیوں کا کوئی کاروبار نہیں۔۔۔ بہنیں بے کار بیٹھی ہیں۔۔۔ تو جو نو سال یہاں نہیں رہی نا تو ہمیں اُجاڑ گئی۔

دیکھو تیری ماں کے ہاتھوں میں یہاں یہاں تک سونے کی چوڑیاں ہوتی تھیں اور اب ایک چھلّا بھی نہیں۔۔۔ دیکھ۔۔۔ دیکھو'' ممتاز نے اپنی خالی کلائی اُس کے سامنے کرتے ہوئے اُسے مزید کوسنے دیئے تھے۔

''میں نے سونا بنایا تھا تجھے۔۔۔ نو سالوں نے تجھے مٹی کر دیا۔۔۔ مٹی۔۔۔ جوانی گئی۔۔۔ وقت گیا۔۔۔ حسن گیا۔۔۔ رہا کیا۔۔۔ بول کیا دکھا کر جیتے گی اب دُنیا کا دل۔۔۔؟'' ممتاز کا غصہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ سلطان ایک بار پھر بیچ میں کودا تھا۔

''نہ آپا۔۔۔ نہ۔۔۔ اب بس۔۔۔ ہیرا تو ہیرا ہی ہوتا ہے۔۔۔ ہیرے کو دیمک نہیں لگتی۔''

''ہیرے میں لکیر آ جائے نا تو ہیرا ٹکوں میں بھی نہیں بکتا۔۔۔ جب تک پتھر رہتا ہے۔۔۔ انمول۔۔۔ جس دن دل بن گیا۔۔۔ بے مول'' وہ کہتے ہوئے حسنِ جہاں کو دھتکارتے ہوئے گئی تھی۔

''میں نے تمہیں کہا تھا سلطان۔۔۔ میرا زمانہ گزر گیا مجھے اب دوبارہ نہ گھسیٹو اس سب میں۔'' حسنِ جہاں نے ممتاز کے جانے کے بعد پہلی بار سر اُٹھا کر اُس سے کہا تھا۔

''کام نہیں کریں گی تو قلبِ مومن کو کیسے پالیں گی۔۔۔؟ کیا کر کے پالیں گی؟''

سلطان نے جیسے اُسے یاد دلایا۔ حسنِ جہاں کی آنکھیں جلنے بجھنے لگی تھیں یوں جیسے اُس کو قلبِ مومن یاد ہی نہ رہا تھا۔

''ہاں کام تو کرنا پڑے گا۔۔۔ ورنہ قلبِ مومن کو کیسے پالوں گی میں۔'' وہ بڑبڑانے لگی تھی۔ اُس کی سانسوں کی تسبیح کے ہر دانے پر اب جیسے صرف قلبِ مومن ہی کا نام لکھا ہوا تھا۔



''ارے حسنِ جہاں۔۔۔ آج تو معجزوں کا دن ہے۔ کہاں تھیں تم؟''

محمود بھائی ممتاز اور سلطان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتی ہوئی حسنِ جہاں کو دیکھ کر بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ انڈسٹری کا ایک بڑا پروڈیوسر تھا۔ حسنِ جہاں کو فلم انڈسٹری میں متعارف کروانے والا اور اداکاراؤں کو ستارے بنا دینے والا۔

''بس وہ جوانی کی غلطیاں۔۔۔ اب آ گئی ہے واپس۔۔۔ میں نے کہا شاہ صاحب اپنی نئی فلم

لانچ کرنے والے ہیں۔آؤ سلام کر کے آتے ہیں۔'' ممتاز بیگم نے بڑے خوشامدی انداز میں اُسے محمود بھائی سے ملواتے ہوئے کہا تھا۔

''بڑا ہی اچھا کیا ممتاز تم نے اسے لے آئی۔''

محمود صوفے پر بیٹھی حسنِ جہاں کو بغور دیکھ رہا تھا۔جس کا چہرہ میک اپ سے سجا ہوا تھا۔وہ ایک بھڑکیلی ساڑھی میں ملبوس تھی۔اور صوفہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''آپ سے معافی بھی تو مانگنی تھی شاہ صاحب آپ کی فلم چھوڑ کر بھاگی تھی۔'' ممتاز نے اُسی طرح خوشامدی آواز میں کہا۔

''اب پرانی بات ہوگئی ہے وہ۔۔۔میں نے معاف کردیا ہے اُسے۔'' محمود بھائی نے ہاتھ اُٹھا کر ٹالنے والے انداز میں کہا تھا۔

''ایسے کیسے معافی ہوتی ہے جی۔۔۔چل اُٹھ پیروں کو ہاتھ لگا کر معافی مانگو شاہ جی کے۔'' ممتاز نے ہتک آمیز انداز میں حسنِ جہاں سے کہا تھا۔حسنِ جہاں میکانیکی انداز میں اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''نہ۔۔۔نہ۔۔۔اِس کی ضرورت نہیں۔۔۔اپنی ہیروئن کو پیروں میں نہیں بٹھا سکتا میں چاہے وہ کتنی ہی پرانی نہ ہوگئی ہو۔'' محمود بھائی نے حسنِ جہاں کو وہیں روک کر دوبارہ بٹھا دیا تھا۔

''تو نہ رکھیں نا پرانا۔۔۔نیا کردیں ایک بار پھر۔۔۔دیکھیں آج بھی وہی حسنِ جہاں ہے۔'' ممتاز بیگم نے بے حد خوشامدی انداز میں ہنستے ہوئے کسی شوپیس کی طرح حسنِ جہاں کو پیش کیا تھا۔

''وہ نہیں ہے ممتاز۔۔۔نو سال گزار کر آئی ہے۔۔۔چہرے پر پکا پن آ گیا ہے۔یہ کیمرہ بڑا کُتّا ہوتا ہے۔آنکھ سے پہلے اس پکے پن کو ڈھونڈھ لیتا ہے اور دکھا بھی دیتا ہے۔'' محمود بھائی نے سگار پیتے ہوئے حسنِ جہاں پر نظریں جمائے بڑے بے رحمانہ انداز میں کہا تھا۔

سلطان اور ممتاز مضطرب ہوئے تھے۔

''نہیں نہیں وہ آج میری بیس خراب ہوگئی ہے اس لئے لگ رہا ہے ورنہ سکن تو ویسے ہی فریش ہے۔آنکھیں، ناک، ہونٹ۔۔۔سب ویسے ہی قاتل۔'' سلطان جیسے ہمیشہ کی طرح حسنِ جہاں کی مدد کو دوڑا تھا۔

''اور فگر بھی ویسے کا ویسا۔۔۔16 کی نہیں لگتی تو 18 سے بڑی بھی نہیں لگتی۔جب ناچنے کھڑی ہوگی تو کشتوں کے پشتے لگا دے گی۔'' اس بار ممتاز بیگم نے قصیدے پڑھے تھے حسنِ جہاں کے۔

''اچھا تو ذرا ڈانس کر کے تو دکھا تو حسنِ جہاں۔۔۔میں بھی دیکھوں۔۔۔کتنے جھٹکے باقی ہیں

تجھ میں۔'' محمود نے یک دم حسنِ جہاں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اُس کا چہرہ یوں دیکھنے لگی تھی جیسے اُس نے کوئی عجیب بات کہی تھی۔

''اُٹھ جا حسنِ جہاں۔'' ممتاز نے اُسے بیٹھے دیکھ کر فوراً تحکمانہ انداز میں کہا تھا۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پاؤں سے ہیلز اُتارتے ہوئے وہ کمرے کے وسط میں پڑے Rug پر جا کر کھڑی ہوگئی تھی۔ محمود بھائی نے اپنی میز کے پاس پڑا ایک ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا تھا۔ کیمرہ میوزک سے گونجنے لگا تھا۔

حسنِ جہاں نے اپنے بازو پھیلائے اور بازو پھیلاتے ہی اُسے طٰہٰ یاد آیا۔۔۔ وہ نو سال پہلے سٹیج پر اُس کا رقص کرتا ہوا وجود۔۔۔ وہ موسیقی۔۔۔ وہ حسنِ جہاں کا بے اختیار ہونا۔۔۔ وہ پتہ نہیں کہاں سے دوبارہ چلا آیا تھا۔ اپنے بازو پھیلائے۔۔۔ دائرے میں رقص کرتا ہوا۔

''تم رومی کے مصرعے کی طرح خوبصورت ہو۔ گہری۔۔۔ جیسے روشن چاندنی رات۔۔۔ جیسے ٹھنڈا نیلا شفاف سمندر۔۔۔ جیسے سیپ میں بند پانی کا قطرہ جیسے چنار کے درختوں کو چھوتی ہوا۔۔۔

رومی کہتا ہے میں تمہارے دل کے اندر وہاں رقص کروں گا جہاں تمہارے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔''

اُس کے کانوں میں طٰہٰ کی آواز گیت کے بولوں کی طرح گونجنے لگی تھی۔ بازو پھیلائے وہ ناچنے لگی تھی ویسے ہی جیسے وہ ناچتا تھا۔

''میں نے تمہیں اپنے دل کے اندر نہیں اپنی روح کے اندر موجود پایا۔۔۔ رقص کرتے ہوئے۔۔۔ مجھے حیران کرتے۔۔۔ مدہوش کرتے ہوئے۔۔۔ تمہیں وہاں سے نکالوں گا تو مر جاؤں گا۔''

اُس کی آواز اب کسی symphony کی طرح گونجنے لگی تھی اور وہ اُس کی لے پر جھوم رہی تھی گھوم رہی تھی ناچ رہی تھی ہاتھ اٹھائے۔۔۔ بازو پھیلائے۔۔۔ وہی رقص جو طٰہٰ کرتا تھا۔۔۔ وہی درویشوں کا رقص۔۔۔ ایک بازو ہوا میں بلند ایک زمین کی طرف۔۔۔

سلطان گنگ تھا ممتاز اور محمود چپ۔۔۔ پھر خاموشی کو محمود نے توڑا تھا۔ ٹیپ ریکارڈ بند کر کے۔ حسنِ جہاں ٹیپ ریکارڈر بند کرنے پر بھی نہیں رُکی تھی وہ اسی طرح دائرے میں گھوم رہی تھی۔

''میری ہیروئن نوریہ آگئی ہے۔ مجھے اُس سے اگلی فلم کی بات چیت کرنی ہے۔ ممتاز تم حسنِ جہاں کا علاج کرواؤ۔'' محمود نے ممتاز نے محمود بھائی کو دیکھا تھا۔

''علاج؟''

''ذہنی۔'' ممتاز نے ہولا کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

''پاگل نہیں ہے یہ شاہ صاحب توبہ کریں۔''

''اللہ نہ کرے کہ ہومگر ہو جائے گی۔۔۔ یہ جو پیار محبت کے چکر ہوتے ہیں نا یہ تباہی مار دیتے ہیں۔ ہرا یکٹرا یکٹرس کی۔''

وہ کہتے ہوئے اُٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔ ممتاز نے بے حد طیش کے عالم میں پاؤں میں پہنا ہوا جوتا اُتار کر زور سے ناچتی ہوئی حسنِ جہاں کو مارا۔

''کرلیا راج تو نے حسنِ جہاں۔ ہوگیا سب ختم۔۔۔ اب تو ریڑھی لگالے۔'' وہ تقریباً چیخ کر کہتے ہوئے گئی تھی۔

حسنِ جہاں نے جیسے کچھ بھی نہیں سنا تھا۔ وہ اُسی طرح گھوم رہی تھی۔ سلطان صوفہ سے اُٹھ کر اُس کے پاس گیا۔ اُس نے حسنِ جہاں کا ہاتھ پکڑ کر جیسے اُسے ناچنے سے روکا۔ اُس نے رُکتے ہی بے اختیار کہا۔

''طٰہٰ۔'' سلطان کا دل کسی نے مٹھی میں مسلا۔

''نہیں وہ مرگیا۔ میں سلطان ہوں۔'' اُس نے جیسے حسنِ جہاں کو ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔ وہ روتے ہوئے ہنسی۔

''میں بھی۔۔۔ حسنِ جہاں بھی۔'' وہ دوبارہ ناچنے لگی تھی۔

......☆......

لاؤنج میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سلطان اب چپ تھا۔ اُس کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے اور وہ اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے آج بھی ماضی میں کہیں جا کر حسنِ جہاں کو دیکھ رہا ہو۔ مومنہ اس کے سامنے گنگ بیٹھی تھی۔ یوں جیسے اُس کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔

''پھر۔۔۔؟'' اُس نے بمشکل بہت دیر بعد سلطان سے پوچھا۔

''پھر بس۔۔۔ مرگئی وہ۔۔۔ خودکشی کرلی اُس نے۔''

وہ کہتے ہوئے بمشکل صوفے سے اٹھا تھا۔ یوں جیسے اُس کے پاس اب اور کچھ بتانے کے لئے رہا ہی نہیں تھا۔ مومنہ بھی اُسی طرح بیٹھی تھی یوں جیسے اُس کے پاس بھی سارے سوال ختم ہو گئے تھے۔

''یہ میں نہیں تھا مومنہ جس نے گھر توڑا تھا حسنِ جہاں کا۔ یہ قلبِ مومن تھا جو دیوار بنا تھا اپنے ماں باپ کے بیچ میں۔'' سلطان نے جاتے جاتے کہا تھا۔

☆......☆......☆